ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
مُنہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
شوقِ وطن
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ
زیرِ سرپرستی: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہ قائدِ اعظم ○ لاہور - 54000
پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com
ناشر: انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 6551774 - 042-6861584

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

شوقِ وطن

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا
شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

تسہیل
حضرت مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری صاحب خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جدید حواشی
حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب پی ایچ ڈی دامت برکاتہم

ہر مسلمان کے اصلی وطن یعنی آخرت کی نعمتوں کا ذکر، اُس کا شوق وفکر، اور اللہ تعالیٰ کی محبت دِلوں میں راسخ کرنے کے لیے نہایت مفید تصنیف

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور پوسٹ کوڈ : 54920
فون : 6551774 - 042-6861584

عنوان کتاب ——— شوقِ وطن

مؤلفہ ——— حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

تسہیل ——— حضرت مولانا حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری صاحب خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جدید حواشی ——— حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب پی ایچ ڈی دامت برکاتہم

کتابت ——— قاضی نثار النبی

ناشر ——— انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)، نفیر آباد، باغبانپورہ لاہور

اشاعت اول ——— جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق جولائی ۲۰۰۴ء

ملنے کے پتے
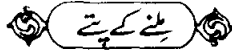
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائد اعظم۔ لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر 54000:

پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

فون: 6551774 - 042-6861584

نگران اشاعت ڈاکٹر عبد المقیم خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش: 32 راجپوت بلاک نفیر آباد باغبانپورہ۔ لاہور فون: 042-6861584-042-6551774

Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

فہرست

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
مجموعۂ مناجات مقبول سے چند مفید دعائیں مع اصل عربی اور نظم اردو کے	۹۴
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظوں میں سے انتخاب کیے ہوئے بعض وہ مضامین جو شوقِ وطن کے مناسب ہیں مع وعظ کے نام کے۔	۹۹
معاملات جزا تین قسم کے ہو سکتے ہیں ظلم، عدل اور رحمت	۱۰۲
رسالۂ خاتم بالخیر۔ ضمیمہ	۱۱۷
فصل دوم	۱۲۵
فصل سوم	۱۲۶
تتمیم	۱۳۷

○

عیش و عشرت کے لیے انسان نہیں — یاد رکھ تو بندہ ہے مہمان نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں — بندگی کر تو، اگر نادان نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

لہ

عرضِ محشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی فاروقی قدس سرہ

سے اللہ رب العزت نے اس صدی میں تجدید دین کی جو خدمت لی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ نے دین کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد ۱۰۰۰ سے متجاوز ہے اور ان میں سے ہر کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ پڑھنے والے پر اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ آپ کی دو کتابیں جزاء الاعمال اور شوقِ وطن ایسی عمدہ کتابیں ہیں کہ جن کو پڑھ کر انسان میں نیک اعمال کرنے کا شوق اور برائی سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اول الذکر میں ہر اچھے عمل کا ثواب اور برے عمل کا گناہ ذکر کیا گیا ہے اور شوقِ وطن میں اللہ تعالےٰ سے محبت پیدا کرنے اور جنت کے حصول کا شوق اور تڑپ پیدا کرنے والے اعمال کا ذکر ہے۔ بقول جناب غلام سرور ڈار صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم جوانی میں انسان کو جزاء الاعمال پڑھنی چاہیئے اور بڑھاپے میں شوقِ وطن کو حرزِ جاں بنانا چاہیئے۔ کیونکہ کامیابی کا تمام تر مدار حسنِ خاتمہ پر ہے۔ زندگی میں انسان کی کیسی ہی اچھی حالت گذری ہو اگر خاتمہ اچھا نہ ہوا تو پھر ناکامی ہی ناکامی ہے! اور حسنِ خاتمہ کی حقیقت یہ ہے کہ مرتے وقت انسان کو اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان ہو۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ

سے اِس لُطف و کرم اور مہربانی کو بیان کیا گیا ہے جو مُسلمان کے ساتھ مرتے وقت اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِس کے مُطالعے سے اللہ تعالیٰ سے مِلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور موت سے جو طبعی ناپسندیدگی ہوتی ہے وہ دور ہو جاتی ہے۔ اِنسان، اللہ تعالیٰ سے مِلنے کا مُشتاق اور آخرت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

بہت سے اکابرین نے اِس کِتاب کو بہت پسند فرمایا اور عرصۂ دراز سے یہ کتاب مختلف مطابع سے متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔ کِتاب کی افادیت کے پیشِ نظر مولانا محمدؒ مُصطفیٰ صاحب بجنوری خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ تعالیٰ نے اِس کِتاب کی تسہیل کر دی تاکہ کِتاب کے مُشکل مضامین کو ایک عام آدمی بھی سمجھ سکے۔ الحمدللہ! یہ تسہیل بھی عرصہ دراز سے چھپ رہی ہے اور لوگ اس سے مُستفید ہو رہے ہیں لیکن امتدادِ زمانہ سے جہاں دین کے اور شعبوں میں انحطاط آیا ہے وہاں اس بات کی کمی بھی ہو گئی ہے کہ عربی فارسی کے عام الفاظ جِن کو پہلے ایک عام آدمی بھی سمجھتا تھا اب ایک پڑھا لکھا بھی اس کا مطلب سمجھنے سے قاصِر ہے۔ تسہیل کے باوجود عبارت میں کچھ ایسے مُشکل الفاظ تھے جِن کا سمجھنا عوام کے لِئے مُشکل تھا۔ اِس لِئے جناب ڈاکٹر عبدُ المقیم صاحب اور حضرت غلام سرور ڈار صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ اگر اس کِتاب پر حواشی لِکھ کر اس کے مُشکل الفاظ کی تشریح کر دی جائے اور احادیث کا صِرف اُردو ترجمہ شائع کر دیا جائے جِس سے کتاب کا حجم بھی کم ہو جائے گا اور غیر عربی داں کے لئے مُفید بھی ہو گا۔ جو لوگ احادیث کا اصلی متن دیکھنا چاہیں گے۔ اصل کِتاب کا مُطالعہ کرلیں گے۔ اور پھر

اس کو بہت عُمدہ کتابت اور خُوبصورت طباعت کے ساتھ چھپایا جائے تو انشاءاللہ لوگ اِس سے زیادہ مستفید ہوسکتے ہیں۔ ان دونوں اکابرین نے مُجھے حکم دیا کہ تم یہ کام سر انجام دو۔ اطاعتِ حکم میں مَیں نے ایک طالب علمانہ کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے اور اس کو ہم سب کے لِئے مُفید بناتے۔ اس کی برکت سے ہمیں بھی حُسنِ خاتمہ کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب ماشاءاللہ شب و روز اِس کوشش میں سرگرداں رہتے ہیں کہ حضرت تھانوی کی تعلیمات کو خُوبصورت انداز میں عوام تک پہنچائیں۔ مجُھے افسوس ہے کہ یہ کام جناب حضرت غلام سرور ڈار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں مکمل نہ ہوسکا۔ البتہ مجُھے اُمید ہے کہ بعد از طباعت اللہ پاک اس کا ثواب ان کو عطا فرمائے گا اور ان کی روح اس سے خوش ہوگی۔ جو لوگ اِس کتاب سے مستفید ہوں وہ احقر اس کی اولاد اور ان تمام حضرات کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں جنہوں نے اس سلسلے میں معاونت فرمائی۔ فقط

(حضرت مولانا ڈاکٹر) خلیل احمد تھانوی پی ایچ ڈی (دامت فیوضہم)

(مدیر) خادم اِدارہ اشرف التحقیق

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ بابرکات

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ہر مُسلمان کی یہ ذمّہ داری ہے کہ اس دُنیا کو فانی سمجھے اور اس سے ہرگز دِل نہ لگائے بلکہ ہر وقت اپنے ذہن پر آخرت کی دُھن اور موت کا خیال سوار رکھے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"اُذْکُرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ"

(لذّتوں کو ختم کرنے والی چیز (موت) کو یاد رکھا کرو)

لیکن آج کل کا انسان دُنیا پرستی میں مُبتلا ہو کر موت کے استحضار اور وطنِ اصلی کے اشتیاق سے یکسر غافل ہے، اسی غفلت کے ازالہ کے لیے ہر دور کے علماء کرام کوششیں کرتے چلے آتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب (شوقِ وطن مؤلفہ حکیمُ الامت مجدّدالملّت حضرت تھانوی قدّس سرہٗ) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں موت اور انسان کے وطنِ اصلی، جہاں اُسے ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے، کے متعلق احادیث مُبارکہ کو حُسنِ ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ جن کے مُطالعہ سے انسان کے قلوب و اذہان پر چھائے غفلت کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اسی لئے مَیں تمام مُسلمانوں سے بالعموم اور سالکینِ راہِ تصوّف سے بالخصوص عرض کروں گا کہ روزانہ کچھ وقت نکال کر اس کتاب کے مُطالعہ کو بھی حرزِجان بنائیں تا کہ انہماکِ دُنیا اور آخرت سے غفلت جیسے مہلک امراض سے شفاء حاصل کی جا سکے۔

برادرِ عزیز قاری خلیل احمد تھانوی سلّمہ نے اِس کتاب پر حاشیہ اور عنوانات لگا کر اس کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

میں عزیز القدر ڈاکٹر عبد المقیم صاحب کے لیے بھی دُعا گو ہوں جنہوں نے اس کتاب کو خوبصورت طباعت' بہترین کاغذ اور مزین ٹائیٹل کے ساتھ عوام کی خدمت میں پیش کیا۔

اللہ تبارک وتعالےٰ اسے عوام الناس کے لیے مُفید اور نافع بنائیں اور اپنی بارگاہ میں مقبول بنائیں۔

آمین ثم آمین

(حضرت مولانا) **مُشرف علی تھانوی** (صاحب دامت برکاتہم)

(شیخ الحدیث و مہتمم) — جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن ○ لاہور

۲۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

۲۳ر اگست ۲۰۰۳ء

یہ تری غفلت ہے' بے عقلی بڑی ۔۔۔ مسکراتی ہے قضا سر پہ کھڑی

موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی ۔۔۔ پیش آنے کو ہے' یہ منزل کڑی

ایک دن مرنا ہے' آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے' آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

دیباچہ تسہیلِ شوقِ وطن

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ احقر ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عرض رسا ہے کہ اس باب سے تقریباً ہر مسلمان واقف ہے کہ کامیابی کا تمام تر دارومدار حُسنِ خاتمہ پر ہے زندگی میں اِنسان کی حالت کیسی ہی اچھی ہو۔ اگر خاتمہ اچھا نہ ہوا تو ناکامی ہی ناکامی ہے اور بقول علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ خاتمہ کی حقیقت یہ ہے کہ مرتے ہوئے مُسلمان کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ اچھا گمان ہو۔ اور سوءِ خاتمہ یہ ہے کہ مرتے ہوئے مُسلمان کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ بُرا گمان ہو اِس لیے ضرورت ہے کہ ہر مُسلمان اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہر وقت اچھا گمان رکھے اور اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ موت کے وقت اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ کا مُسلمان بندہ کے ساتھ جو لُطف وکرم شاملِ حال ہوتا ہے اُس سے ہر مسلمان واقف ہو تاکہ آخرت کا اشتیاق اور اللہ تعالےٰ سے مِلنے کا شوق غالب ہو اور موت کے تصوّر سے جو طبعاً انسان کو ناگوار ہوتی ہے وہ کم ہو جاوے اور عقلاً وحشت اور کراہت باقی نہ رہے۔

اِس مقصد کے لیے حضرت حکیم الامّت مجدّد الملت سیدی سندی مولائی معتمدیٰ[1] حضرت مولانا محمّد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ شوقِ وطن بہت زیادہ نافع[2] اور مُفید ثابت ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس رسالہ کو پڑھ کر ہر مُسلمان کا دِل اللہ تعالیٰ سے مِلنے کا مشتاق اور آخرت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے نیک گمان اور خاص درجہ کی محبت

---

[1] جن پر مجھ کو اعتماد ہے۔ [2] نفع پہنچانے والا

پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی لیے بعضے اہل اللہ اس کے پڑھنے اور سننے کی بہت زیادہ رغبت رکھتے ہیں منجملہ[1] ان کے میرے محترم و مکرم عالیجناب حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی مرحوم خلیفہ حضرت حکیم الامت دام مجدہم بھی تھے مرحوم کو اس رسالہ کے ساتھ خاص شغف[2] تھا مگر چونکہ اس کی عبارت بعض مقامات پر دقیق[3] تھی۔ اس لیے مرحوم نے بارہا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ اس رسالہ کی تسہیل[4] ہو جاوے تو زیادہ نفع ہو گا۔

یہاں تک کہ مرض وفات میں بھی فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت سے عرض کر کے میں اس رسالہ کی تسہیل کراؤں گا۔ پھر چند روز کے بعد مرحوم کا انتقال آخر ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں ہو گیا اور ان کی یہ تمنا ان کے سامنے پوری نہ ہو سکی تو ان کے برادر زادہ عالیجناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب تاجر مرچنٹ اسٹریٹ نمبر ۷۰۵ رنگون نے محمد یوسف کمپنی کی طرف سے اس کتاب کی تسہیل کرائی اور تسہیل کے بعد طبع کا اہتمام فرمایا جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اس کتاب سے منتفع[5] ہو کر حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم کے لیے خاص طور سے دعائے مغفرت و رفع درجات فرمائیں۔

اور حضرت حکیم الامت اور مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری اور حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب اور جملہ کارکنان محمد یوسف کمپنی اور احقر ظفر احمد تھانوی کو بھی دعائے خیر سے یاد فرمائیں[6]۔ والسلام

---

[1] ان میں سے ایک [2] تعلق تھا [3] بعض عبارتیں اس کی بہت مشکل تھیں۔ [4] آسان کر کے لکھ دیا جاتے [5] فائدہ حاصل کر کے [6] محشی احقر خلیل احمد تھانوی اور ان سب احباب کو جنھوں نے اس کی طباعت و اشاعت میں کسی قسم کا بھی تعاون کیا ہے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تسہیلِ شوقِ وطن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَشَّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِرَضَآئِہٖ وَسَلَّی الْمُشْتَاقِیْنَ بِوَعْدِ لِقَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِنِ الْحَبِیْبِ الْمَحْبُوْبِ الَّذِیْ ھُوَ وُصْلَۃٌ بَیْنَ الرَّبِّ وَالْمَرْبُوْبِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْفَآئِزِیْنَ بِالْمَطْلَبِ الْاَقْصٰی وَالْمَقْصَدِ الْاَسْنٰی ط

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے خوشخبری دی مؤمنین کو اپنی رضا کی اور تسلی دی عاشقوں کو اپنی دیدار کے وعدہ سے اور دُرود و سلام ہو اوپر محمدؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے جو پیارے محبوب ہیں جو وسیلہ ہیں درمیان خالق اور مخلوق کے اور آپ کی آل واصحاب پر جو کامیاب ہیں سب سے اعلیٰ مطلوب ہیں اور سب سے بلند مقصود ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ غالباً تین سال کا عرصہ ہوا کہ ضلع مظفر نگر میں طاعونؔ[1] بشدّت پھیلا اور ساتھ ہی وہ شدّت کچھ عرصہ تک قائم بھی رہی اور ہمارا قصبہ تھانہ بھون بھی جو مظفر نگر ہی کے ضلع میں ہے اسی میں شامل تھا۔

---

[1] ایک بیماری ہے جس کا شکار ہو کر بکثرت اموات واقع ہوئیں۔

طاعون کی شدّت وکثرت سے عام طور پر لوگوں میں پریشانی تھی؎۱ کوئی بستی چھوڑ کر بھاگ گیا اور کوئی بھاگنے کو تیار تھا کوئی حیرت و وحشت؎۱ میں مبتلا تھا۔ غرض عجیب سماں تھا۔ چونکہ شریعتِ مقدسۂ اسلامی نے تمام روحانی تکلیفوں اور باطنی امراض کے عِلاج کی ذمہ داری لی ہے اور یہ تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں صبر کی کمی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ میں کمزوری اور حسنِ الٰہی پر راضی نہ رہنے اور یقین کے نہ ہونے سے۔ اور ان سب کا اصل سبب صِرف دُنیا کی طرف رغبت؎۲ اور آخرت کی طرف سے بے رغبتی؎۳ ہے اور سب جانتے ہیں کہ ہر بیماری کا عِلاج اس کے سبب کو دور کرنا ہے چنانچہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ارشاد حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (دُنیا کی محبّت جڑ ہے تمام گناہوں کی) کا اور ارشاد اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ زیادہ کرو ذکر لذتوں کے فنا کرنے والی کا یعنی موت کا راز یہی ہے)

ان سب باتوں پر نظر کر کے بندہ نے اسی قاعدہ کے موافق عام خلقت کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور وعظ و نصیحت کے جلسوں میں آخرت کی نعمتوں کی طرف رغبت دلانا شروع کیا۔ جس سے دنیاوی لذّتوں سے بے رغبتی پیدا ہو جانے کی خود بخود امید تھی اور ان آخرت کی نعمتوں کے ملنے کا موت پر موقوف ہونا اور اس وجہ سے موت کا بھی نعمت ہونا بیان کیا گیا نیز ان آخرت کی نعمتوں کی شرح میں قبر اور

؎۱ پریشانی ؎۲ دُنیا میں کھونا ؎۳ آخرت کی طرف توجہ نہ کرنا

قیامت اور بہشت[1] کے حالات اور مومن کے لیے جو جو خوشخبریاں آئی ہیں، ان کا بیان ہوا اور اسی سلسلہ میں ہر قسم کی مصیبتوں اور بیماریوں کے خصوصاً طاعون کے متعلق فضیلتیں اور ان سب پر جو آخرت کے اجر اور ثواب اور حق تعالیٰ کے قُرب اور مقبولیت کے وعدے آتے ہیں جن پر ان آخرت کی نعمتوں اور خوشخبریوں کی بنا[2] ہے۔

یہ سب مضمون وقتاً فوقتاً[3] وعظوں میں ان بیچاروں کو سُنائے جس سے کُھلا ہوا اور فوری نفع دیکھنے میں آیا اور عام طور سے سُننے والوں کی ڈھارس[4] بندھ گئی اور خوشی اور اطمینان کے آثار ان میں نظر آنے لگے اور سب پریشانی سکون سے بدل گئی۔ بلکہ لوگ کسی درجہ میں موت کے مشتاق نظر آنے لگے۔

جب ان لوگوں کے لیے وہ مضامین اس درجہ مفید ثابت ہُوئے تو خیال ہوا کہ کئی برس سے ہندوستان میں وقتاً فوقتاً بہت جگہ طاعون کا غلبہ ہوتا رہتا ہے اور نہ معلوم کب تک ایسا رہے گا اور اکثر لوگ جہاں جہاں طاعون پھیلتا ہے ان ہی پریشانیوں اور خوف میں مُبتلا ہوتے ہیں جس سے نقصانِ آخرت کا تو ہوتا ہی ہے کہ صبر و توکل وغیرہ نہیں ہوتا، دُنیا کی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے۔ اِس لیے ہر جگہ کے لوگ اس مقویِ روح اور مقویِ قلب نسخہ کے حاجت[5] مند ہیں تو اگر وہ مضامین جن سے

---

[1] جنّت [2] بنیاد ہے [3] مختلف اوقات میں [4] ہمت بندھ گئی

[5] دل اور رُوح کو طاقت پہنچانے والے نسخے کی سب کو ضرورت ہے۔

یہاں کے لوگوں کو نفع ہوا، تحریریں لاکر دیگر جگہ کے لوگوں کے پاس بھی پہنچائے جائیں تو حق تعالیٰ سے بہت امید ہے کہ ان کو بھی نفع ہوگا۔

لہٰذا ان مضامین کے جمع کرنے کا پختہ ارادہ ہوا لیکن اس وجہ سے کہ وہ مضامین مختلف وقتوں میں بیان ہوئے تھے یہ ناممکن تھا کہ وہ سب بجنسہٖ[1] اور اسی شرح و بسط[2] کے ساتھ لکھ لیے جائیں۔

لہٰذا ارادہ کیا کہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب میں سے جس کا نام شرح الصدور ہے، اس قسم کی حدیثیں چھانٹ کر اردو زبان میں ان کا عام فہم ترجمہ کر دیا جائے کیونکہ اس سے بھی اصل غرض پوری ہو جائے گی چنانچہ تقریباً تیس حدیثیں اس قسم کی جمع کرنے پایا تھا کہ ایک جلد کتاب شرح الصدور مذکور کی مصر کی چھپی ہوئی ایک دوست سے مِل گئی جس کے حاشیہ پر شیخ جلال الدین ہی کا ایک چھوٹا سا رسالہ "بشری الکئیب" چڑھا ہوا تھا۔ جس میں خاص وہی مضامین ہیں جو بعد موت کے بشارتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ رسالہ چونکہ میری مذکورہ غرض کے زیادہ موافق تھا اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ بجائے شرح الصدور سے مضامین منتخب کرنے کے اس رسالہ کے ایک کافی حصّہ کا اُردو ترجمہ کر دیا جائے اور کہیں کہیں بطور کسی مضمون کی تائید کے یا کسی مضمون کو پورا کرنے کے یا کسی مضمون کی شرح کرنے کے دوسری کتابوں سے بھی کچھ مضمون لے لیے جاویں جن کو اصل مضامین کا تابع[3] اور ضمنی سمجھنا چاہیئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جِس مضمون کے

---

[1] بعینہٖ [2] اسی تفصیل وضاحت کے ساتھ [3] ماتحت

ساتھ کسی کتاب کا حوالہ نہ ہو اس کو رسالہ "بشریٰ الکتیب" کا مضمون سمجھنا چاہیئے اور جس مضمون کو کسی دوسری کتاب سے لیا گیا ہو گا اس کے ساتھ اس کتاب کا نام بھی لکھ دیا جائے گا۔

اور میری اس کتاب کا نام "شوقِ وطن" اس وجہ سے اچھا معلوم ہوا کہ آخرت ہمارا اصلی وطن ہونے کی وجہ سے شوق کرنے کے قابل ہے جس کو ہماری غفلت[1] نے بالکل بھلا دیا ہے اور اس کتاب میں اس غفلت کو دور کر کے اصلی گھر کا شوق دلایا گیا ہے۔

اب امید ہے کہ یہ کتاب بفضلہٖ تعالیٰ اس کام کی ہو گئی کہ ایسے خوف اور گھبراہٹ کے موقعوں پر اگر اس کو پڑھا یا سنا جاوے یا چھوٹے یا بڑے مجمع میں پڑھ کر سنائی جائے تو ان شاء اللہ تعالےٰ بجائے غم کے خوشی اور بجائے وحشت کے دِل بستگی[2] اور بجائے پریشانی کے اطمینان و سکون پیدا ہو جاوے گا۔

اور اس کتاب میں کئی باب ہیں اور واضح رہے کہ گو مضمون اس کتاب کا عام فہم اور اردو میں ہے مگر ترجمہ کے ساتھ حدیثوں کی اصل عبارت بھی لکھی گئی[3] ہے۔ اس سے برکت کی امید بھی ہے اور یہ زیادہ اطمینان اور احتیاط کی بات بھی ہے اور جہاں ترجمہ سے زیادہ کوئی بات لکھی گئی ہے اس کے شروع پر حرف فؔ اور ختم پر لفظ فقط لکھ دیا گیا ہے

---

[1] لاپرواہی [2] بجائے پریشانی کے دِل مضبوط ہو گا [3] کتاب میں اختصار اور عوام کی سہولت کے پیشِ نظر اس کتاب میں صرف احادیث کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جو احباب حدیث کے اصل الفاظ پڑھنا چاہیں اصل کتاب کا مُطالعہ کریں۔

اللہ تعالےٰ اس کتاب کو جس طرح کہ اس سے امید کی گئی ہے' اس غرض کا یعنی آخرت کے شوق کا ذریعہ بنا دیں اور اس شوق کے ساتھ آخرت کے لیے تیاری کرنے کی توفیق دیں اور اس توفیق پر اپنا قُرب اور مقبولیّت عطا فرما دیں۔ آمین (فقط از حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

راقم الحروف یعنی احقر محمد مصطفیٰ تسہیل کنندہ شوقِ وطن عرض کرتا ہے کہ میری رائے ناقص میں مناسب معلوم ہُوا کہ کتاب ہذا کے آخر میں چند مضامین حضرت مصنّف مدظلہ' کے بعض وعظوں میں سے بھی نقل کر دیئے جائیں جو تسکینِ قلب اور رفع غم و رنج اور شوقِ آخرت پیدا کرنے کے لیے اکسیر ثابت[1] ہُوئے ہیں اور ان سے بعض غم زدوں کو ایسا نفع ہوا کہ کسی چیز سے نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالےٰ ان مضامین کے ساتھ اس وعظ کا حوالہ بھی دیا جائے گا جس سے وہ مضامین نقل کئے جائیں گے۔

---

[1] بہت مُفید۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے ، رفتہ رفتہ ، دم بدم
سانس ہے اک رہروِ[1] ملکِ[2] عدم
دفعتًا اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

[1] مُسافر [2] آخرت

پہلا باب

امراض و مصائب کے ثواب میں

❁ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کوئی مشقت[1] اور تعب[2] اور فکر اور رنج اور اذیت اور غم نہیں پہونچتا، یہاں تک کہ کانٹا بھی لگ جاوے جس میں اس تکلیف اذیت کی وجہ سے گناہوں کا کفارہ نہ ہو جاتا ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (مشکوٰۃ)

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سائب رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حق تعالے فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں کی مصیبت میں گرفتار کرتا ہوں پھر وہ صبر کرتا ہے تو اس کے عوض میں جنت دیتا ہوں روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (مشکوٰۃ)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان کسی بلائے جسمانی یعنی مرض وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتہ کو (جو اس کے اعمال صالحہ لکھا کرتا تھا[4]) حکم ہو جاتا ہے کہ جو نیک کام یہ پہلے سے

---

[1] مصیبتیں [2] مشکل و تکلیف [3] تھکاوٹ

[4] ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے کراماً کاتبین مقرر ہیں ایک نیک اعمال لکھتا ہے اور ایک برے اعمال

(یعنی حالت صحت میں) کیا کرتا تھا وہ سب لکھتے رہو[1] پھر اللہ تعالیٰ اگر اس کو شفا دیتا ہے تو اس کو پاک صاف کر دیتا ہے اور اگر وفات دیتا ہے تو اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرماتا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنّۃ میں۔

✿ محمّد بن خالد رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب بندے کے لئے کوئی مرتبہ[2] اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی طرف سے تجویز ہوتا ہے جس پر وہ اپنے عمل کے ذریعہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ اس پر اس کے جسم یا اس کے مال یا اس کی اولاد میں کوئی بلا[3] مسلّط کر کے اس کو صبر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے روایت کیا اس کو احمد اور ابو داوٗد نے۔ (مشکوٰۃ)

✿ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جس وقت اہلِ مصیبت کو ثواب عطا ہو گا اس وقت اہلِ عافیت[4] تمنّا کریں گے کہ کاش دُنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی (تاکہ ہم کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

✿ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے پاس کوئی نیک عمل ایسا ہوتا نہیں جو ان کا کفّارہ ہو سکے تو خدا تعالیٰ جلّ شانہٗ اس کو کسی غم میں مُبتلا فرماتا

---

[1] اب وہ اعمال چونکہ مرض کی وجہ سے نہیں کر سکتا اور مرض لاحق ہونا اس کا فعل اختیاری نہیں ہے اگر مریض نہ ہوتا تو کرتا اس لئے بغیر عمل کئے ہی ان کا ثواب لکھ دو۔

[2] جنّت کا کوئی اعلیٰ مقام [3] مصیبت [4] جن کو دُنیا میں مصیبتیں پیش نہیں آئیں۔

ہے تاکہ وہ ان کا کفّارہ ہو جاوے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ (مشکوٰۃ)

دوسرا باب

طاعون کی فضیلت میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ طاعون (سے) مسلمان کے لیے شہادت (کا درجہ ملتا) ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ شہدا، پانچ قسم کے ہیں۔ طاعون والا اور جس کو پیٹ کی بیماری ہو (جیسے اسہال واستسقاء[1]) اور جو غرق ہو جائے، ڈوب جائے اور جس پر مکان گر پڑے اور جو جہاد میں شہید ہو جاوے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے طاعون کی نسبت[2] دریافت کیا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ (بعض کے لیے) ایک طرح کا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ جس پر چاہتا ہے (بطور عذاب کے) بھیجتا ہے (اس بعض سے مُراد کفار ہیں جیسا تقابل مقابلہ مومنین اس

---

[1] دستوں کی بیماری اور پیاس کی شدّت کی بیماری کہ جتنا بھی پانی پی لے پیاس نہیں بجھتی۔

[2] طاعون کے بارے میں۔

کا قرینہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے اس کو اہلِ ایمان کے لیے رحمت بنایا ہے جو شخص وقوع طاعون[2] کے وقت اپنی بستی میں صابر اور امیدوں پر اس اعتقاد سے کہ وہی ہوگا جو مقدر ہے ٹھیرا رہے گا تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (مشکوٰۃ)

○ یہ ثواب صرف وہاں ٹھہرے رہنے اور نہ بھاگنے سے ملتا ہے گو اس میں مرے نہیں اور طاعون میں مرجانے کے فضائل اس کے علاوہ ہیں۔ فقط

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد سے بھاگنے والا اور اس میں ثابت قدم رہنے والے کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

○ اِس کے دونوں جملوں سے معلوم ہوا کہ طاعون والوں کو گھر بیٹھے جہاد کا ثواب ملتا ہے اور جہاد ثواب میں سب اعمال سے افضل ہے۔ فقط

❁ علیم کندی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ابوعبس غفاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک چھت پر تھا انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ طاعون سے شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں فرمانے لگے، اے طاعون تو مجھ کو لے[3] لے (کہ میں متمنی ہوں) روایت کیا

---

[1] ان بعض سے کفّار مراد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں جن بعض کا ذکر کیا وہ مسلمان ہیں [2] جس وقت کہ بستی میں طاعون پھیل رہا ہو۔ [3] یعنی مجھے لگ جا کہ میں مرنے کا مشتاق ہوں کہ وہ ذریعہ ہے خدا کی ملاقات کا۔

اس کو ابن عبدالبر و مروزی و احمد طبرانی نے۔ (شرح الصدور)

تیسرا باب

موت کی ترجیح میں حیات پر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تحفہ (مرغوب ودلپسند[1] ۱۲) مسلمان کا موت ہے۔

محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آدمی موت کو ناگوار سمجھتا ہے حالانکہ موت اس کے لیے دین میں خرابی پڑنے سے بہتر ہے۔

○ یعنی موت میں یہ نفع ہے کہ پھر دین بگڑنے کا اندیشہ نہیں اور حیات میں اس کا خوف لگا ہے۔ خصوصاً جب اس کے اسباب بھی جمع ہوں۔ نعوذ باللہ منہ[2] فقط۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دُنیا مومن کا جیل خانہ اور مقام قحط ہے (کہ راحت اور نعمت دونوں کم ہیں) سو جب دنیا کو چھوڑتا ہے تو جیل خانہ اور مقامِ قحط کو چھوڑتا ہے۔ کیونکہ آخرت میں راحت اور نعمت دونوں کامل ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ موت ہر مسلمان (کے گناہوں) کا کفارہ ہے۔ کہ اس کی تکالیف

---

[1] دلی طور پر پسندیدہ۔ [2] ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

سے گناہ مُعاف ہوتے ہیں۔ کل[1] یا بعض علی اختلاف الاحوال۔

❁ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُعا کی کہ الٰہی جو شخص میرے رسُول ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے موت کو اس کا محبُوب بنا دیجئے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن سے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میری نصیحت یاد رکھو تو تم کو موت سے بڑھ کر کوئی چیز محبُوب[2] نہ ہونا چاہیئے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دُنیا سے آدمی کے انتقال کرنے کو پس اس مثال کے مشابہ پاتا ہوں جیسے بچّہ ماں کے پیٹ سے یعنی اس تنگی و تاریکی سے دُنیا کی کشادگی میں آتا ہے (کہ آنے کے) قبل اس کو بڑی راحت کی جگہ سمجھتا تھا۔ مگر دُنیا کی راحت و لذّت دیکھ کر پھر وہاں جانا نہیں چاہتا اِسی طرح دُنیا میں وہ آخرت سے گھبراتا ہے۔ مگر وہاں جا کر پھر یہاں آنا پسند نہ کرے گا۔ یہ تفسیر خود ایک حدیث میں آئی ہے۔

یہاں دو[2] سوال پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا[1] سوال یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کو حیات پر ترجیح ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات کو موت پر ترجیح ہے مثلاً بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ فرمایا جناب

---

[1] یعنی بعض کے کل گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور بعض کے تھوڑے جیسے گناہ ہوں یا جس قابل وہ آدمی ہو۔

[2] پسندیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تمنا کرے کوئی تم میں موت کی کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو زندگی بڑھنے سے اور نیکیاں اس کی بڑھ جاویں گی اور اگر گنہگار ہے تو شاید توبہ کی توفیق ہو جائے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ موت سے زندگی ہی بہتر ہے۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ مختلف اعتبارات سے احکام بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ زندگی میں نیکیاں بڑھ سکتی ہیں اور گناہوں سے توبہ ہو سکتی ہے جیسا کہ حدیث مذکور میں بھی یہی وجہ بیان کی گئی ہے اور موت اس کے برعکس ہے مگر یہ وجہ ترجیح کی ایک عارضی اور چند روزہ ہے اور اس اعتبار سے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہی تنگ و تاریک ہے جیسے دُنیا کے مقابلہ میں ماں کا پیٹ ہے اس اعتبار سے موت ہی کو ترجیح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دنیا سے چھوٹنا اور اس تیرہ و تاریک[1] گھر سے نکل کر فراخ[2] اور اچھے گھر میں پہنچنا بلاموت[3] کے ممکن نہیں اور دار آخرت کا یہ وصف[4] کہ دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور دنیا اس کے سامنے کوئی چیز نہیں یہ وصف عارضی نہیں بلکہ ذاتی[5] اور دائمی کی ترجیح عارضی اور فانی[6]

---

[1] اس تنگ و تاریک گھر سے [2] کشادہ [3] بغیر موت

[4] آخرت کے گھر کی یہ صفت دُنیا سے بہت بہتر ہے۔ [5] اس کی یہ صفت ایسی نہیں ہے کہ کبھی ہو کبھی نہ ہو بلکہ اس کی ذات میں شامل ہے کہ ہمیشہ رہے گی۔ [6] اور ختم ہو جانے والی نعمت کے مقابلہ میں ہمیشہ رہنے والی نعمت کو ترجیح ہوا ہی کرتی ہے۔

پر ظاہر ہے تو اس جواب سے دونوں حدیثوں میں مخالفت[1] بھی نہیں رہی اور موت کو زندگی کے ساتھ برابری بھی نہیں رہی، بلکہ موت ہی کو ترجیح ہوئی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ حدیث میں موت کی تمنّا کرنے سے بھی ممانعت آئی ہے تو اگر موت اچھی چیز ہوتی تو اس کی تمنّا سے کیوں منع کیا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث میں یہ لفظ بھی ہے۔ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ تمنّا کرے موت کی بوجہ کسی مصیبت کے جو اس پر آپڑی ہو یعنی کسی دنیوی تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنّا نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ علامت ہے حکمِ الٰہی پر راضی نہ ہونے کی تو اگر موت کی تمنّا آخرت کے شوق کی وجہ سے ہو یا دُنیا کے فتنوں سے بچنے کے لیے ہو تو منع نہ ہوگی۔ فقط اور ایک جواب اس کا اخیر کتاب میں زیرِ عنوان (زیادتی عمر کے متعلق تحقیق) بھی آتا ہے۔

چوتھا باب

بعض مومنین پر شدتِ موت[2] کی مصلحتیں

✿ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (بعض اوقات)

---

[1] احادیث کے مضمون میں جو بظاہر تعارض تھا وہ بھی نہ رہا۔

[2] موت کے وقت نزع کی حالت میں سختی ہونا۔

مومن سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے سو اس کے کفارہ کے لیے اُس پر موت کے وقت (نزع میں) شدّت[1] کی جاتی ہے اور (بعض اوقات) کافر سے کوئی نیک کام ہو جاتا ہے تو اس کا صِلہ دینے کے لیے موت کے وقت اس پر سہولت کی جاتی ہے۔

○ پس[2] نہ شدت موت علامت مذمومہ (بری ۱۲) ہے اور نہ سہولت (آسانی) مطلقاً علامت (بہرصورت ۱۲) محمود (اچھی) ہے۔ پس اس شدّت (غشی) سے مدح (تعریف) موت میں جو کہ اوپر مذکور ہے شبہ نہ کیا جاوے[3] فقط۔

پانچواں باب

مرنے کے وقت مومن کی عزت اور بشارتیں

✿ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب مومن دنیا سے رخصت اور آخرت کی آمد کی حالت

---

[1] سختی [2] اس مضمون کی مزید تفصیل رسالہ تقطیف الثمرات فی تخفیف السکرات میں مذکور ہے یہ رسالہ بھی حضرت مؤلف شوق وطن ہی کے افاضات میں سے ہے۔

[3] مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت روح کے نکلنے میں جو بعض لوگوں پر سختی سے محسوس ہوتی ہے اور بعض کی ظاہراً آسانی سے روح نکلتی محسوس ہے یہ دونوں حالتیں نہ مطلقاً اچھی ہیں اور نہ مطلقاً بُری کہ ان حالتوں کو دیکھ کر مُردہ کے اچھے یا بُرے ہونے کا تعین کیا جائے۔

میں ہوتا ہے[1] تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے آفتاب[2] کی طرح روشن ہوتے ہیں اُن کے پاس جنّت کا کفن اور جنّت کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ منتہائے نظر[3] کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت[4] اس کے سر کے پاس آکر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں اے جان جس کو خدا کے حکموں پر اطمینان تھا اللہ جلّ شانہٗ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل وہ اس طرح (آسانی سے) نکلتی ہے جیسا مشک سے (پانی کا) قطرہ ڈھلک[5] آتا ہے گو تم (ظاہر میں) اس کے خلاف حالت دیکھو (کہ شدّت سے جان نکلی تو وہ شدّت جسم پر ہوتی ہے روح کو راحت[6] ہوتی ہے) غرض فرشتے اس روح کو نکالتے ہیں اور نکالنے کے بعد ملک الموت کے ہاتھ میں بھی چشم زدن[7] کے لیے بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اس (بہشتی) کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس سے ایسی خوشبو نکلتی ہے جیسے دُنیا میں مُشک کی تیز سے تیز خوشبو ہو پھر وہ اس کو لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں سو[8] فرشتوں کے جس گروہ پر ان کا گزر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ وہ اس کے اچھے سے اچھے نام سے جو دُنیا میں مشہور تھا۔ بتلاتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے۔ یہاں تک کہ (اسی

---

[1] دُنیا سے جانے والا اور آخرت میں آنے والا [2] سورج [3] جہاں تک اسکی نظر پہنچ سکتی ہے (یعنی نظر کی آخری) اس جگہ بیٹھ جاتے ہیں [4] موت کا فرشتہ
[5] مشک سے پانی کا قطرہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ [6] جسم پر سختی ہوتی ہے اور روح آرام میں ہوتی ہے۔ [7] پلک جھپکنے میں جتنی دیر لگتی ہے اتنی دیر کے لئے بھی نہیں چھوڑتے فوراً لے کر جنتی کفن اور خوشبو میں رکھتے ہیں۔ [8] پس

حالت سے) وہ اس کو اس قریب والے آسمان (یعنی سَمَاءُ دُنیا)[1] کی طرف پھر وہاں سے (سب آسمانوں سے گزر کر) ساتویں آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے اس کا نام علیین[2] میں لکھ دو اور اس کو (سوال قبر کے لئے) پھر زمین کی طرف لے جاؤ سو اس کی (یہ) روح بدن میں لوٹائی جاتی ہے (برزخ کے مناسب نہ کہ دُنیا کی طرح) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ جلّ جلالہ ہے اور میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص (یعنی مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم) کون تھے جو تمھاری طرف اور تم میں مبعوث[3] ہوئے وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ جلّ جلالہ کے پیغمبر ہیں وہ کہتے ہیں تجھ کو کیسے معلوم ہوا وہ کہتا ہے کہ میں نے قرآن شریف پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی پھر آسمان سے ایک منادی[4] (منجانب اللہ) نِدا[5] دیتا ہے کہ میرے بندے نے صحیح جواب دیا اس کے لئے جنّت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنّت کا لباس پہنا دو اور اس کے واسطے جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دو پس اس کو جنّت کی ہوا اور خوشبو پہنچتی ہے اور منتہائے نظر تک اس کے لیے قبر میں کشادگی ہو جاتی[6] ہے اور اس کے پاس ایک شخص عُمدہ لباس

---

[1] دنیا سے دکھائی دینے والا آسمان [2] جنّت کا ایک اعلیٰ مقام ہے جہاں مؤمنین کی روحیں رہتی ہیں۔ [3] نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ [4] ایک پکارنے والا [5] پکارتا ہے۔ [6] جہاں تک اس کی نظر کی آخری حد ہوتی ہے وہاں تک قبر کھلی اور فراخ کر دی جاتی ہے۔

عمدہ خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھ کو خیر و مسرت کا مژدہ[1] ہو یہ وہ ہی ہے جس کا تجھ سے وعدہ ہوتا تھا وہ پوچھتا ہے تو کون ہے تیرے تو چہرے سے خیر[2] معلوم ہوتی ہے وہ کہتا ہے میں تیرا عمل صالح ہوں[3] میت[4] بار بار کہتا ہے کہ اے رب (جلدی قیامت قائم کر دیجئے کہ میں اپنے اہل و اموال میں جاؤں (جو قیامت میں ملیں گے) روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی وغیرہم نے۔

❁ جعفر محمد رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے باپ ابن الخزرج سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ملک الموت کو ایک انصاری کے سرہانے دیکھا اور فرمایا اے ملک الموت میرے صحابی سے نرمی کرو کہ وہ مومن ہے ملک الموت نے کہا کہ آپ دل خوش رکھیے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھئے اور یقین کیجئے کہ میں ہر مسلمان کے ساتھ نرم ہوں۔

❁ براء رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک حریر[5] لے کر آتے ہیں جس میں مشک و عنبر اور ریحان[6] بسا ہوتا ہے[7] اور اس کی روح اس طرح نرمی سے نکل آتی ہے جیسے آٹے سے بال نکل آتا

---

[1] تجھے خوشی اور مسرت کا یہ پیغام پہنچے [2] تیرے چہرے سے بھلائی ٹپکتی ہے [3] وہ کہتا ہے میں تیرا اچھا عمل ہوں، نیک عمل انسان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ [4] مردہ [5] ریشم [6] تین خوشبوؤں کے نام ہیں [7] اس قسم کے کپڑے میں یہ تینوں خوشبوئیں لگی ہوتی ہیں۔

ہے اور اس سے کہا جاتا ہے اَے جان جِس کو خدا کے حکموں پر اطمینان تھا تو حق تعالیٰ جلّ شانہ کی رحمت اور سامان عزت کی طرف اس حالت میں چل کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر جب روح نکلتی ہے تو اسے مشک و ریحان پر رکھ کر اوپر سے وہ حریر لپیٹ دیا جاتا ہے اور علیین کی طرف اس کو لے جاتے ہیں ابن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب مؤمن ملائکہ کو دیکھتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو پھر دنیا کی طرف واپس کر دیں (یعنی روح نہ نکالیں) وہ کہتا ہے کہ مقام ہموم و غموم[1] کی طرف (واپس کرتے ہو) مجھ کو تو اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کے پاس لے چلو۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب ملکُ الموت خدا کے مقبُول بندے کے پاس آتے ہیں تو اس کو سلام کرتے ہیں السّلام علیک یا ولی اللہ اُٹھو اور اس گھر سے جِس کو خالی کر دیا ہے اس گھر کی طرف چلو جِس کو معمُور[2] کر دیا ہے (یعنی دارِ دُنیا سے دارِ آخرت[3] کی طرف)

❁ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کسی مومن کی روح قبض[4] کرنا چاہتا ہے تو ملکُ الموت کو حکم ہوتا ہے کہ اس کو میرا

---

[1] ایسے مقام کی طرف واپسی کرتے ہو جہاں غم اور پریشانیاں ہیں۔ [2] یعنی بھر دیا۔

[3] دُنیا کے گھر سے آخرت کے گھر کیطرف [4] روح نکالنا چاہتی ہے۔

سلام کہنا سو جب ملکُ الموت اس کی قبضِ[1] روح کے واسطے آتے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھ کو سلام فرماتا ہے (سُبحان اللہ کیا دولت ہے ایسی موت پر ہزاروں زندگی قربان)

❁ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ مؤمن کے پاس موت کے وقت فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے اور (اُن کی معرفت) کہا جاتا ہے کہ جہاں تو جاتا ہے وہاں سے ڈرنا نہیں سو اس کا خوف جاتا رہتا ہے اور دُنیا اور اہلِ دُنیا (کی مفارقت[2]) پر غم مت کرنا اور جنّت کے مژدے[3] سے خوش ہو سو وہ ایسی حالت میں مرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلّ جلالہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے (یعنی اس کو چین دیتا ہے) اور ان ہی سے آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا[4] الخ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اوقات موت و دفن و حشر میں اس کو بشارت دی جاتی[5] ہے سو جنّت میں جانے پر بھی اس بشارت کی فرحت اس کے قلب

---

[1] اس کی رُوح نکالنے کے لیے آتے ہیں [2] جدائی [3] جنّت کی نوید سے خوش ہو۔

[4] اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے۔ ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا (سُورہ حٰم السجدہ، آیت ۳۰) [5] اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مُسلمان کو یہ خوشخبری تین اوقات میں دی جاتی ہے۔ ایک روح نکلتے وقت دوسرے دفن ہوتے وقت تیسرے میدان حشر میں جمع ہونے کے لیے جب اپنی قبروں سے سب اُٹھاتے جائیں گے۔ پس جنّت میں جانے پر بھی اس خوشخبری کی مُسرت اس کے دل میں ہو گی۔

سے نہ جاوے گی۔

چھٹا باب

مرنے کے بعد ارواح کی باہمی ملاقات اور مکالمت (گفتگو) میں

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو خدا کے مرحوم[1] بندے اس طرح آگے بڑھ کر اس سے ملتے ہیں جیسے دنیا میں کسی خوشخبری لانے والے سے ملا کرتے ہیں پھر (ان میں سے بعضے) کہتے ہیں کہ ذرا اس کو مہلت دو کہ دم[2] لے لے کیونکہ (دنیا میں) یہ بڑے کرب[3] میں تھا بعد اس کے اس سے پوچھنا شروع کرتے ہیں کہ فلانے شخص کا کیا حال ہے اور فلاں عورت کا کیا حال ہے کہ کیا اس نے نکاح کر لیا ہے پھر اگر ایسے شخص کا حال پوچھ بیٹھے جو اس شخص سے پہلے مر چکا ہے اور اس نے کہہ دیا کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے تو اِنَّا لِلّٰہ پڑھ کر کہتے ہیں کہ بس اس کو اس کے ٹھکانے یعنی دوزخ کی طرف لیجایا گیا سو وہ جانے کی بھی بری جگہ ہے اور رہنے کی بھی بری جگہ ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے رشتہ دار اور خاندان والوں کے سامنے جو کہ آخرت میں ہیں پیش کئے جاتے ہیں اگر عمل نیک ہوا تو خوش اور بشاش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ یہ آپ کا فضل اور رحمت ہے سو اپنی یہ نعمت

---

[1] جب کسی شخص کی روح نکالی جاتی ہے تو جن لوگوں کا انتقال ہو چکا ہوتا ہے ان کی روحیں اس سے ملتی ہیں۔ [2] کہ سانس تو لے لے [3] تکلیف

اس پر پوری کیجئے اور اسی پر اس کو موت دیجئے اور ان پر گنہگار کا عمل بھی پیش ہوتا ہے سو کہتے ہیں کہ اے اللہ جل جلالہ اس کے دل میں نیکی ڈال جو تیری رضا اور قرب کا سبب ہو جاوے۔

❁ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کی اولاد (عالم ارواح میں) اس طرح اس کا استقبال کرتی ہے جیسے کسی باہر گئے ہوتے کا (آنے کے وقت) استقبال کیا کرتی ہے۔

❁ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ہم کو یہ روایت پہونچی کہ جب کوئی مرتا ہے تو (عالمِ ارواح میں پہونچنے کے وقت) اس کے اہل واقارب جو پہلے مر چکے ہیں اس کو ہر چہار[1] طرف سے گھیر لیتے ہیں اور وہ اس سے مل کر اور یہ ان سے مل کر اس مُسافر سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو اپنے گھر آتا ہے۔

ساتواں باب

تجہیز و تکفین کے وقت کے اعزاز میں

❁ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو میّت مرتی ہے اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے اپنے جَسد[2] کو دیکھتی ہے کہ کیونکر[3] غسل دیا جاتا ہے کیونکر کفن دیتے ہیں اور کیونکر اُس کو لے کر چلتے ہیں اور لاش ابھی تختہ ہی پر ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو تیری تعریف کر رہے ہیں سن لے (کہ بشارت عاجلہ مقدمہ ہے خیر آئندہ[4] کا)

---

[1] چاروں جانب سے [2] جسم کو [3] کس طرح غسل دیا جاتا ہے [4] اس وقت تیرے لئے اچھے کلمات کو کہا جانا یہ آئندہ بھی تیرے لئے بہترائی کے مقدّر ہونے کی نوید ہے۔

○ اِسی طرح ملائکہ کی روایت کہ اس سے فرشتے یہ بات کہتے ہیں حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔ مقصود ملائکہ کا اس قول سے اس وقت اس کا جاہ (عزّت) دِکھلانا اور دِل بڑھانا اور آئندہ کے لیے اُمید دلانا ہے۔

آٹھواں باب

مومن کے محبُوب ہونے میں آسمان کے نزدیک

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر انسان کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک دروازہ جس سے اس کے اعمال چڑھتے ہیں اور ایک دروازہ جس سے اس کا رزق اترتا ہے سو جب بندۂ مومن مرجاتا ہے وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

نواں باب

مومن کے محبُوب ہونے میں زمین کے نزدیک

❁ عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو شخص زمین کے کسی ٹکڑے پر سجدہ کرتا ہے وہ ٹکڑا قیامت میں اس کے لیے گواہی دے گا اور اس کے مرنے کے دِن اس پر روتا ہے۔

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمین مومن (کے مرنے) پر چالیس دن تک روتی ہے۔ (شرح الصدور)

✿ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب مر جاتا ہے تمام مواقع قبر[1] کے اس کے مرنے پر اپنی آرائش کرتے ہیں سو کوئی حصہ ان میں کا ایسا نہیں جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ وہ اس میں مدفون ہو۔

دسواں باب

جنازے کے ساتھ فرشتوں کے چلنے میں

✿ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ جل جلالہ اس شخص کا کیا صلہ ہے جو کسی میت کے ساتھ اس کی قبر تک تیری رضا جوئی کے واسطے جاوے۔ ارشاد ہوا کہ صلہ اس کا یہ ہے کہ میرے فرشتے اس (کے جنازے) کے ساتھ جاویں گے اور اس کی روح پر اور (نیک) روحوں کے ساتھ دُعا کریں گے۔

اس روایت میں جو آیا ہے کہ جو شخص میت کے دفن میں اور قبر تک لے جانے میں شریک ہوتا ہے اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کے جنازے کے ساتھ فرشتے ہوں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اور زیادہ فرشتے ہوں گے ورنہ فرشتے تو ہر مومن میت کے ساتھ ہوتے ہیں (جیسا کہ ساتویں باب میں گزرا)۔ دلیل اس کی یہی ہے کہ اس کو بدلہ فرمایا تشییع یعنی جنازہ میں شرکت کا غرض دسویں، نویں، آٹھویں باب کی حدیثوں سے بھی مسلمان میت کا

---

[1] قبر کے تمام حصے

معزز و مکرم ہونا صاف ظاہر ہے کہ آسمان کے نزدیک اس کی کیسی عزّت ہے کہ اس کا کام یعنی عمل کے چڑھنے اور رزق کے اُترنے کے ختم ہو جانے سے روتا ہے۔ اور زمین کے نزدیک اس کی کیسی وقعت ہے کہ اس کے مرنے سے عمل ختم ہو جانے پر بلکہ خود اس شخص کے نہ رہنے پر روتی ہے پھر یہ کہ زمین کا ہر ہر حصّہ اس کی نعش کو اپنی آغوش میں رکھنے کی تمنّا کرتا ہے اور فرشتوں کے نزدیک اس کی کیسی عظمت ہے کہ فوج و لشکر کی طرح اُس کے جنازہ کے ساتھ چلیں فرشتوں جیسی عظیم الشان اور جلیل القدر مخلوق کے نزدیک کسی کی ایسی عزّت ہونا کچھ معمولی بات نہیں۔ دنیا میں یہ بات کسی بڑے سے بڑے ساتوں ولایت[1] کے بادشاہ کو بھی میسّر نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جب مُردہ کو معلوم ہوتا ہو گا کہ میرا اس قدر اعزاز کیا گیا خواہ اس کو خود دیکھتا ہو گا جیسا کہ اوپر کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے یا بعد میں سنتا ہو گا تو اس کے نزدیک عالمِ آخرت کی کیسی کچھ قدر ہوتی ہو گی اور دُنیا اس کی نظروں میں کس قدر ذلیل ہوتی ہو گی اور یہاں سے وہاں چلے جانے کو کیا غنیمت سمجھتا ہو گا! ایسی ہی چیزوں کے بارے میں کہا جاتا ہے وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ[2] یعنی

---

[1] ساری دُنیا کی حکومت بھی اگر کسی کو مِل جاتے تو یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ [2] سُورۃ المطففین آیت ۲۶

اس میں حوصلہ آزمائی کریں۔ حوصلہ کرنے والے۔ اور لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ[1] یعنی ان باتوں کے لیے کام کریں، کام کرنے والے۔ اللہ توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

یہاں تک وہ باتیں بیان ہوئیں جو دفن سے پہلے ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعضی باتیں آئندہ کے لیے بھی باقی رہتی ہیں جیسے روحوں کا آپس میں ملنا اور زمین سے نزدیک پیارا ہونا وغیرہ۔ فقط

گیارھواں باب

قبر یعنی عالمِ برزخ[2] کی حسّی و معنوی نعمتوں میں

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جب سے منکر و نکیر[3] کی آواز اور قبر کے دبانے کا مجھ سے ذکر فرمایا ہے کوئی چیز مجھ کو (تسلّی میں) نافع نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا منکر و نکیر کی آواز اہلِ ایمان کے کانوں میں ایسی ہوگی جیسے سرمہ آنکھ میں (لذّت بخش ہوتا ہے) اور قبر کا دبانا مومن کے حق میں ایسا راحت بخش ہوگا جیسے مادرِ مشفقہ[4] سے اس کا بیٹا دردِ سر کی شکایت کرے اور وہ اس کے سر کو نرم نرم دبائے لیکن اے عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] سورۃ الصفت آیت ۶۱
[2] مرنے کے بعد قبلِ قیامت تک کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔ برزخ کے معنی درمیانی
[3] قبر میں سوال کرنے والے دو فرشتے
[4] پیار محبت کرنے والی ماں

خرابی تو ان لوگوں کی ہے جو خدا کے وجود یا احکام کے بارے میں شک رکھتے ہیں وہ اس طرح سے قبروں میں دباتے جاویں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبایا جاوے۔ (بیہقی و ابن مندہ)

❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ مومن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے ع بیا بیا[1] و فرود آگہ خانۂ تست' تو ان سب میں میرے نزدیک زیادہ محبُوب تھا جو میری[2] سطح پر چلتے تھے۔ سو جب آج میں تیری کارپرداز (خادم) بنائی گئی ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے تو میرا مُعاملہ اپنے ساتھ دیکھے گا۔ پس حدِ نظر تک وہ اس پر فراخ ہو جاتی ہے اور بہشت[3] کی طرف اس پر دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ قبر یا تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (یعنی صالح[4] مومن کے لیے) یا دوزخ کی خندقوں میں سے ایک خندق ہے (یعنی طالح[5] کافر کے لیے)۔ (ترمذی)

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب مردہ دفن ہوتا ہے تو دو فرشتے سیاہ رنگ نیلگوں چشم (نیلی آنکھ والے) اس کے پاس آتے ہیں ان میں ایک منکر دوسرا نکیر کہلاتا ہے وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں تو ان شخص (یعنی محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بارے میں کیا کہتا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اللہ تعالیٰ کے رسُول (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

---

[1] آؤ اور تشریف لاکہ یہ گھر تیرا ہی ہے۔ [2] یعنی میرے اوپر [3] جنّت

[4] نیک فرمانبردار [5] نافرمان

ہیں وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی سے (آثار دیکھ کر) جانتے تھے کہ تو یوں کہے گا پھر ہفتاد در ہفتاد[1] (ستر) (ستر) ہاتھ اس کی قبر میں وسعت کردی جاتی ہے پھر وہ قبر منوّر کردی جاتی ہے پھر وہ شخص کہتا ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو اپنے گھر والوں کے پاس جا کر ان کو سب خبر کر دوں۔ وہ کہتے ہیں کہ دولہا کی طرح سو رہ[2] جس کو وہی شخص جگاتا ہے جو اس کے متعلقین میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (یعنی دُلہن) یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس کو قیامت کے روز اس خوابگاہ سے محشور (اُٹھائے گا) فرماوے گا۔ (ترمذی وبیہقی)

○ ان فرشتوں کے سیاہ رنگ اور نیلی آنکھیں ہونے سے مومن بندہ خوف زدہ نہ ہو گا۔ چنانچہ ابنِ ماجہ کی حدیث میں لفظ **غیر فزع ولا مشغوف** موجود ہے یعنی بندہ پریشان و بدحواس نہیں ہوتا۔

❁ حضرت **ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے وہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ پس اگر وہ مومن ہوا تو نماز اس کے سرہانے آجاتی ہے اور زکوٰۃ اس کے داہنی طرف اور روزہ اس کے بائیں طرف اور جو خیر اور نیکی اور احسان لوگوں کے ساتھ کیا تھا وہ پیروں کی جانب آجاتا ہے سو اگر سرہانے کی جانب سے عذاب آتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی۔ پھر

---

[1] ستر ہاتھ لمبی ستر ہاتھ چوڑی اس کی قبر کھلی کر دی جاتی ہے [2] دولہا کی طرح سو جاؤ

داہنی طرف سے آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہ ملے گی۔ پھر بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی پھر پیروں کی طرف سے آتا ہے تو اُمورِ خیر[1] اور جو نیکی اور احسان کے کام لوگوں سے کئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہ ملے گی اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر جسد (جسم) تو اپنی اصل یعنی خاک میں مل جاتا ہے (یعنی اکثر ورنہ بعض کے اجساد بحالہٖ[2] رہتے ہیں) اور روح[3] اس کی ہوائے لطیف یا ارواحِ طیبہ (اچھی) میں رہتی ہے اور وہ سبز پرندے کے قالب میں ہو کر درختِ جنت میں جاگزیں[4] ہوتی ہے۔

ف: کتاب شرح الصدور کی بعض ایسی حدیثوں سے جو زبان فیضِ ترجمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد شدہ نہیں[5] ہیں۔ روح کا جسم کے ساتھ قبر میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روح سبز پرندہ کی قالب میں[6] جنت میں چلی جاتی

---

[1] بھلائی کے کام [2] جیسے سب انبیاء علیہم السلام [3] دو ترجمہ بوجہ تعدد معانی نسیم کے کئے گئے ۱۲ منہ (یعنی حدیث کے الفاظ میں جو لفظ نسیم آرہا ہے۔ وہ ان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو اوپر ترجمہ میں ذکر کئے گئے اس لئے دو ترجمے کر دیئے) ۱۲ خ [4] جسم میں ہو کر اور اس کی صورت ایسے ہوتی ہو گی جیسے ہوائی جہاز جو مثل پرندہ ہے اس میں بھی لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اس کے قالب میں بیٹھنے سے ان کی ماہیت نہیں بدل جاتی۔ [5] جنت کے درختوں میں رہائش پذیر ہوتی ہے۔ [6] جن کے الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں یعنی حدیث موقوف ہے کہ کسی صحابی نے بغیر آپ کی طرف نسبت کئے ان الفاظ کو ذکر کیا ہے۔ [7] سبز پرندہ کے جسم میں ہو کر جنت میں چلی جاتی ہے۔

ہے۔ دونوں کی توجیہ یہ ہے کہ روح شروع دفن میں قبر میں جاتی ہے پھر اس کو جنّت میں لے جاتے ہیں جیسا کہ یہی بات شرح الصدور کی ان حدیثوں سے بھی معلوم ہوتی ہے اور یا قبر میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس وقت اس کو جسم کے ساتھ بہت تعلق ہوتا ہے گویا کہ وہ جسم کے ساتھ قبر کے اندر بھی چلی گئی۔ (جیسا کہتے ہیں میں بیٹھا تو یہاں ہوں مگر دل دوسری جگہ پڑا ہے) پھر چند روز میں جب جسم گل سڑ جاتا ہے تو یہ تعلق بھی کم ہو جاتا ہے۔

❁ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو مُسلمان خواہ مرد ہو یا عورت شب جُمعہ یا روزِ جمعہ کو وفات پاتا ہے وہ عذابِ قبر اور امتحانِ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے بلاحساب ملے گا اور قیامت میں وہ اس طرح آوے گا کہ اس کے ساتھ یا تو گواہ ہوں گے جو اُس کی بھلائی کی گواہی دیں گے یا کوئی مہری سند ہوگی۔

❁ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے غیر مولد (یعنی غیر وطن) میں مرجاتا ہے تو اس کے مولد (وطن) سے لے کر جہاں اس کا چلنا پھرنا ختم ہو گیا ہے (یعنی جہاں مرا ہے) وہاں تک اس کے لیے (قبر میں) کشادگی کر دی جاتی ہے۔

ف : اس سے پردیس میں مرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس سے اکثر محبانِ[1] دُنیا گھبراتے ہیں۔

---

[1] دُنیا سے محبّت رکھنے والے۔

❁ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب احوال میں سے زیادہ رحم کرنے والا بندے پر اس حالت میں ہوتا ہے جب وہ اپنی قبر کے گڑھے میں رکھا جاتا ہے۔ (ابنِ مندہ)

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عالِم مرجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم کی ایک صورت بنا دیتا ہے وہ قیامت تک اس کا انیس[1] رہتا ہے اور حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کو اس سے ہٹا دیتا ہے۔ (الدیلمی)

ف: اگر اس دُنیا کے کیڑے مکوڑے مراد ہیں تب یہ حکم غالباً کسی خاص خاص عالِم کے لیے ہے اور اگر عالِم برزخ کے وہ کیڑے مکوڑے مراد ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے تو ہر عالِم کے لیے ہو سکتا ہے۔

❁ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے زہد میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ خیر یعنی عِلم دین سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں معلّم[2] اور طالبِ علم کے لیے ان کی قبروں کو منوّر رکھتا ہوں تاکہ وہ اس مکان میں گھبرائیں نہیں۔

❁ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دشمن سے مقابل ہوا اور ثابت قدم رہا حتّٰی کہ مقتول ہوا یا غالب آیا تو قبر میں اس کا امتحان (یعنی سوال و جواب) نہ ہو گا۔ (طبرانی ونسائی)

---

[1] غم خوار [2] عِلم سکھانے والا استاد

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جہاد میں سرحد کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو امتحانِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (طبرانی بحوالہ شرح الصدور)

حضرت سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہو جاوے اس کو قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی بحوالہ شرح الصدور)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر شب کو سُورۂ مُلک پڑھ لیا کرے اللہ تعالےٰ اس کی برکت سے اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے اور ہم اس کا نام عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مانعہ (یعنی بچانے والی عذاب سے) رکھتے ہیں۔ (نسائی بحوالہ شرح الصدور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سند ضعیف[1] کے ساتھ مروی ہے کہ ماہِ رمضان میں مُردوں سے یا ماہِ رمضان کے مُردوں سے عذاب اُٹھا لیا جاتا ہے۔

ف : حدیث کے ترجمہ میں یہ جو کہا گیا کہ (ماہ رمضان میں مُردوں سے) یا ماہِ رمضان کے مُردوں سے حدیث میں دونوں احتمال ہیں۔ اوّل کے معنی یہ ہیں کہ جب رمضان آتا ہے تو تمام مُردوں سے عذاب اُٹھا لیا جاتا ہے اور دوسرے کے معنی یہ ہوتے کہ جو مُردے رمضان میں مرتے ہیں اُن سے عذاب اُٹھا لیا جاتا ہے اور سند کا ضعیف ہونا ایسی باتوں میں مُضر نہیں ہاں احکام میں

---

[1] اس حدیث کے راوی میں کوئی راوی ضعیف ہے۔ لیکن فضائل کے باب میں ضعیف روایت بھی معتبر ہوتی ہے۔

مُضر[1] ہے۔

❁ حضرت جُبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ قسم اللہ وحدہٗ لاشریک کی کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے ثابت رحمۃ اللہ علیہ بنانی کو ان کی لحد[2] میں رکھا اور میرے ساتھ حمید طویل تھے۔ جب ہم نے ان پر کچی اینٹیں چنیں تو ایک اینٹ گر پڑی میں دیکھتا کیا ہوں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ اپنی دُعا میں کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر کسی کو آپ نے قبر میں نماز پڑھنا عطا فرمایا ہے تو مجھ کو بھی عطا کیجیے سو خدا تعالےٰ نے ان کی دعا ردّ نہیں فرمائی بلکہ جیسا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ دولت عطا ہوئی (اخرجہ مسلم) اسی طرح ان کو عطا ہُوئی۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)

❁ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کوئی صحابی کسی قبر پر بیٹھ گئے اور (بوجہ نشان نہ ہونے کے) ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ سو دیکھتے کیا ہیں کہ اس کے اندر آدمی ہے جو سُورہ ملک[3] پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو پورا ختم کیا۔ اُنھوں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آکر خبر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ سورت (عذاب سے) بچانے والی ہے اور وہ نجات دینے والی ہے کہ مردے کو عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔ (ترمذی)

❁ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کو (قبر میں) مصحف (قرآن) دیا جاتا ہے جس میں وہ پڑھتا ہے۔ (ابنِ مندہ)

بعض صحابہ سے منقول ہے کہ کسی موقع پر انھوں نے قبر کھودی (اور

---

[1] احکام میں مضر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اِس قسم کی روایت سے کسی کام کا فرض و واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

[2] قبر میں [3] ۲۹ ویں پارہ کی پہلی سُورۃ ہے۔

اتفاق سے اس کے پاس پہلے سے قبر تھی) پس (اس کی طرف) ایک طاق سا کُھل گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے آگے ایک قرآن رکھا ہے جس میں پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے ایک باغ سبز ہے اور یہ قصّہ جبلِ احد میں ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص شہداء میں سے ہیں کیونکہ ان کے چہرے پر زخم بھی دیکھا۔ (ابنِ حبان فی تفسیرہٗ)

❁ حضرت **ابو سعید خدری** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے پھر مرجاوے اور اس کو یاد نہیں کرنے پایا تھا تو ایک فرشتہ قبر میں آکر اس کو تعلیم دیتا ہے سو اللہ تعالےٰ سے اس حالت میں مِلے گا کہ وہ اس کو حفظ کر چکا ہو گا (تاکہ مراتب میں کمی نہ رہے جیسا ایک روایت میں عطیۂ اوفی رضی اللہ عنہ کا قول آیا ہے۔ (حتی علیہ)

ف : یہ اعمال یعنی قرآن و نماز وغیرہ قبر میں بطور وجوب و (فرض ہونے) تکلیف کے نہیں بلکہ تلذذ و زیادت درجات کے لیے ہیں۔ (ضروری ہونے) (مزہ لینے)

❁ **قیس بن قبیصہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسُول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بلا وصیّت کے مرجاتا ہے اس کو مُردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہیں[1] ملتی۔ عرض کیا گیا یا رسُول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کیا مُردے بھی باہم کلام کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں اور باہم مِلتے جلتے بھی ہیں۔ (ابنِ حبان فی کتاب الوصایا)

---

[1] مصطفیٰ عرض کرتا ہے اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی بات کے متعلق وصیّت ضروری ہے مثلاً حج فرض تھا اور اس کی وصیّت نہ کی یا کسی کا قرض رہ گیا اور اس کی وصیّت نہ کی تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ مُردوں سے بات کرنے کی اجازت نہ ملے گی۔

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا یہاں تک یہ جانے والا اُٹھ کھڑا ہو۔ (ابن ابی الدنیا)

❁ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی مُسلمان کی قبر پر گزرتا ہے جس کو دُنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے وہ اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (ابنِ عبدالبر وصححہ، عبدالحق)

❁ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ارواح شہداء کی سبز پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں بہشت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی پھرتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں آکر قرار[1] پکڑتی ہیں۔ (مسلم)

❁ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مومن کی روح ایک پرند کے قالب میں جنت کے درخت میں جاگزین[2] رہتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز اللہ تعالے اس کو اس کے جسد کی طرف واپس لے آوے۔ (مالک، احمد، نسائی)

❁ ام بشر بن البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کیا مُردے

---

[1] ٹھہر جاتی ہے [2] رہائش پذیر

آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں) آپ نے فرمایا اری خاک میں ملی (یہ بطور ترحم کے فرمایا جیسا محاورہ ہے۔) روح مطمئنہ جنت میں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہے۔ سو اگر پرندے درختوں کی ڈالیوں میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ (اور ظاہر ہے کہ پہچانتے ہیں) تو وہ ارواح بھی ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ (ابن سعد)

❀ کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارواح مومنین کا حال پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبز پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں بہشت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی پھرتی ہیں۔ (طبرانی)

❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح مومنین کی ساتویں آسمان میں ہیں (وہاں سے) اپنے منازل (مکانوں کو) کو جوان کو جنت میں ملیں گے دیکھتی ہیں۔ (ابونعیم)

ف : برزخ کے متعلق روایتیں تو بے شمار ہیں مگر ان میں سے اس گیارہویں باب میں صرف ستائیس حدیثیں بطور نمونہ نقل کی ہیں۔ ان ستائیس حدیثوں میں مع کچھ اس سے پہلے بابوں کی حدیثوں کے برزخ کا عیش و آرام اور اعزاز و اکرام پوری طرح سے ذکر ہو گیا کیونکہ جسمانی اور روحانی نعمت اور خوشی کی قسمیں صرف تین یہ ہیں۔ تکلیفوں[1] سے محفوظ رہنا۔ مکان[2] کا کشادہ ہونا۔ حاکم کے نزدیک[3] مقبول ہونا۔ مددگاروں[4] کی پناہ میں ہونا۔ حاکم[5] کا مہربان ہونا۔ کسی[6] ساتھی غمگسار کے پاس ہونا۔ اندھیرے[7] میں روشن

ہونا۔ قرآن[8] شریف کا پڑھنا۔ نماز پڑھنا[9]۔ دوستوں[10] اور عزیز و اقارب سے ملنا جلنا۔ پاس[11] آنے والوں سے دِل بستگی ہونا۔ کھانے[12] پینے میں فراخی ہونا۔ خصوصاً جنّت کی نعمتیں کھانا پینا۔ عمدہ[13] فرش ہونا۔ عمدہ[14] لباس ہونا۔ ہوا دار[15] مکان ہونا۔ خصوصاً جنت کی ہوا آتی ہو۔ تفریح[16] کے لیے باغ ہونا۔ خوشی[17] کی خبریں سننا اور آپس میں جان پہچان ہونا قیام گاہ کا عالی شان ہونا۔ جنّت کے درخت سے اعلیٰ کونسی قیام گاہ ہوگی! اپنا مقام جنّت میں اپنی آنکھ سے دیکھنا۔ مذکورہ حدیثوں میں ان سب چیزوں کی خبر ہے اس میں عیش کا تمام سامان آگیا۔

اِن سب سے صاف ثابت ہے کہ جو بات عوام کے خیال میں جمی ہوئی ہے کہ مُردے یوں ہی بے کس، بے بس تنہائی میں پڑے ہوئے گھٹا[1] کریں گے یہ خیال غلط ہے بلکہ دُنیا میں جس قدر سامانِ عیش کا کسی کے پاس ہو سکتا ہے وہ سب بلکہ اس سے زیادہ اور عمدہ عالمِ برزخ میں نصیب ہوگا ہاں بعض کے سامانِ عیش ایسے ہیں کہ وہ وہاں نہ ہوں گے جیسے نکاح وغیرہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالمِ برزخ میں غلبہ روحانی کیفیت کو ہوتا ہے۔ یہ جسمانی کیفیتیں اور جذبات کالعدم ہو جاتے ہیں اس واسطے نکاح وغیرہ کی ضرورت نہیں اور یہی وجہ ہے کہ قیامت میں

---

[1] تنگ دل ہوا کریں گے

جنّت میں جائیں گے تو پھر وہی دُنیا کا جسم مِل جائے گا۔ لہٰذا وہ جذبات بھی پیدا ہو جائیں گے اور حوریں ملیں گی۔ رہا کھانا پینا سو اس کی خواہش رہ سکتی ہے کیونکہ کمزور جسم کو بھی اس کی خواہش ہوتی ہے جیسے بچّہ کو یا بہت کمزور لبِ دم[1] مریض کو اِس واسطے آیا ہے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالب میں جنّت میں چرتی پھرتی[2] ہیں۔ فقط

اِس باب کے متعلق ایک اور بات

اس باب میں جو کچھ ذکر ہوا یہ سب وہ باتیں تھیں جو خود میّت ہی کی حالتوں پر پیدا ہوتی ہیں اور یہ حالتیں بعضی اختیاری ہیں جیسے ایمان لانا۔ یا نیک اعمال شریعت کے موافق ہونا اور بعضی غیر اختیاری ہیں جیسے پردیس میں مرنا یا جُمعہ کے دن مرنا یا پیٹ وغیرہ کے امراض میں مرنا (یہ حق تعالےٰ کا فضل ہے کہ غیر اختیاری باتوں پر بھی اجر و ثواب رکھا ہے) مگر یہ سب حالتیں ایسی تھیں جو میّت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ جب یہ حالتیں ختم ہوگئیں تو اجر و ثواب ان پر رکھا گیا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مرنے سے ان کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن حق تعالےٰ کی ایک اور بھی رحمت ہے کہ دو طریقے اور ایسے بھی تجویز فرما

---

[1] ایسا مریض جس کا انتقال ہونے والا ہو [2] کھاتی پھرتی ہیں

دیئے جن کے ذریعہ سے اجر و ثواب مرنے سے ختم نہ ہو، اور ان کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے اور دم بہ دم[1] ثواب خوبی میں اور تعداد میں بڑھتا ہی رہے۔

ایک طریقہ ان میں سے یہ ہے کہ بعضے عمل ایسے تجویز فرما دیئے جن کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے، اور دوسرا طریقہ ایسا ہے کہ میّت نے خود وہ عمل زندگی میں کیا بھی نہیں مگر دوسروں کے کرنے سے میّت کو ثواب پہنچتا رہے۔ پہلی قسم کے عمل کو شرع کی اصطلاح میں باقیات صالحات کہتے ہیں (یعنی وہ نیکیاں جن کا ثواب باقی رہتا ہے) اور دوسرے قسم کے عمل کو ایصالِ ثواب کہتے ہیں۔

لہٰذا اس باب کے اخیر میں کچھ حدیثیں ان دونوں طریقوں کے متعلق لکھنا بھی مناسب معلوم ہوا اور ان دونوں طریقوں کے علاوہ ایک اور طریق کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے میّت کو نفع پہنچتا ہے حالانکہ اس میں نہ میّت کے عمل کو دخل ہے نہ کسی زندہ کے فعل کو وہ محض اس کا مصداق ہے۔ ع رحمتِ حق بہانہ ڈھونڈھتی ہے۔ اس بیان کے اخیر میں اس تیسرے طریق کے متعلق بھی حدیثیں لکھی جاتیں گی۔

✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] ہر لمحہ

وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال موقوف ہوجاتے ہیں بجز تین چیزوں کے (کہ مرنے پر بھی وہ باقی رہتی ہیں) یا توصدقہ جاریہ (مثل وقف وغیرہ) یا [۲] ایسا علم جس کا نفع پہونچ رہا ہو (مثل تصنیف وتدریس و حفظ) [۳] یا نیک فرزند جو اس کے لیے دعا کرتا ہو۔ (بخاری ومسلم)

❁ حضرت **ابو اُمامہ** رضی اللہ عنہ **رسُول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں کہ ان کا ثواب بعد مرنے کے بھی جاری رہتا ہے ایک [۱] وہ کہ جو جہاد میں سرحد کی حفاظت کرتا ہو اور ایک [۲] وہ شخص جو علمِ (دین) سکھلائے اور ایک [۳] وہ شخص جو کوئی صدقہ دے جاوے تو جب تک وہ جاری رہے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور ایک [۴] وہ شخص جو فرزندِ صالح چھوڑ جاوے کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔ (احمد بحوالہ شرح الصدور)

❁ حضرت **جریر بن عبداللہ** رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کرے پس اس کو اس طریقہ نیک کا ثواب بھی ملے گا اور ان شخصوں کے کرنے سے بھی ثواب ملے گا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بدون [۱] اس کے کہ ان کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جاوے۔

❁ حضرت **ابوسعید خُدری** رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے کہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت یا علمِ دین کا ایک باب یعنی ایک مسئلہ بھی سکھلاوے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا اجر وثواب بڑھاتا رہتا ہے۔

❁ حضرت **ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسُول اللہ** صلی اللہ

---

[۱] ان کے ثواب میں کمی کیے بغیر

علیہ وسلّم نے فرمایا کہ منجملہ ان نیکیوں کے جو مومن کو اس کے مرنے کے بعد پہنچتی رہتی ہیں یہ ہیں ایسا علم جس کو شائع کیا ہو یا فرزند صالح جس کو چھوڑ مرا ہو یا قرآنِ مجید جس کو میراث میں چھوڑا ہو یا مسجد جس کو بنایا ہو یا مسافر خانہ جس کو بنایا ہو یا نہر جس کو جاری کیا ہو اور ایک روایت میں ہے یا کوئی درخت لگایا ہو۔ (ابو نعیم بحوالہ شرح الصدور)

❁ حضرت **ابوسعید خدری** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسُول اللہ** صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بعضے آدمی کے ساتھ پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی وہ عرض کرے گا کہ کہاں سے آئیں ارشاد ہوگا کہ تیرے واسطے تیری اولاد کے استغفار کرنے کی بدولت۔ (شرح الصدور)

❁ حضرت **ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسُول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ **اللہ** تعالےٰ بعض نیک بندہ کا درجہ جنت میں بُلند فرما دے گا وہ عرض کرے گا۔ اے پروردگار یہ بات مجھ کو کہاں سے نصیب ہوئی ارشاد ہوگا کہ تیری اولاد کے دُعا کرنے سے جو تیری مغفرت کے لیے کی تھی۔

❁ حضرت **ابنِ عباس** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **نبی** صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میّت اپنی قبر میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا متوقع مدد ہوتا ہے[1]، وہ دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا ماں یا اولاد یا کسی دوست کی جانب سے اس کو پہنچ جاوے پس جب وہ دُعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دُنیا و مافیہا[2] سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور **اللہ** تعالےٰ اہلِ دنیا

---

[1] جیسے کوئی ڈوبتا ہوا آدمی کسی سے بچانے کی امید رکھتا ہو۔ [2] دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

کی دُعا کے سبب اہلِ قبور پر پہاڑوں کے برابر (ثواب) پہنچتا ہے اور زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف ان کے لیے دُعائے مغفرت مانگنا ہے۔ (بیہقی)

❁ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میری ماں مرگئیں تو سب میں افضل کونسی خیرات ہے آپ نے فرمایا پانی پس انھوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہہ دیا کہ یہ اُمِ سعد (کو ثواب پہنچانے) کے واسطے ہے۔

❁ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نفل صدقہ دیا کرے تو اپنے والدین کی طرف سے (بھی) دیا کرے ان کو اس کا ثواب مِل جاوے گا اور اس دینے والے کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ (طبرانی بحوالہ شرح الصدور)

❁ حجاج بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے فرمایا کہ والدین کی ایک خدمت (حیات) کے بعد دوسری خدمت (بعد الممات[1]) یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے (ثواب پہنچانے کے) لیے نماز پڑھ لیا کرو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کی طرف سے روزہ رکھ لیا کرو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صَدقہ دیا کرو (یعنی اپنی عبادتِ فرض کے علاوہ ان کو عبادتِ نفل کا ثواب بخشا کرو[2])۔

❁ شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انصار کی عادت تھی جب کوئی مر جاتا تو اس کی قبر پر آمد و رفت کیا کرتے اور اس کے (ثواب بخشنے کے)

---

[1] ان کے مرنے کے بعد [2] یعنی دو رکعت نفل نماز پڑھ کر

لیے قرآن پڑھا کرتے ہیں کہتا ہوں کہ اگر ان کے اعتقاد میں قرآن کا ثواب نہ پہنچتا تو وہ قرآن نہ پڑھا کرتے اور ان کا یہ اعتقاد بلا دلیل نہیں ہے، (اور ان کی دلیل بجز ارشاد نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کے کیا[1] ہے) تو (ارشاد نبوی سے) قرآن کا ثواب پہنچنا ثابت ہوگیا۔ (شرح الصدور)

❁ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یارسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا نیک ہمسایہ آخرت میں کچھ کام آتا ہے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کیا دُنیا میں کام آتا ہے؟ سائل نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اسی طرح آخرت میں کام آتا ہے۔ (مالینی)

❁ عبداللہ بن نافع مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے میں مرگیا اور وہیں دفن کر دیا گیا اس کو ایک شخص نے (خواب میں) دیکھا کہ وہ دوزخی ہے وہ مغموم ہوا پھر ساتویں یا آٹھویں دن کے بعد دیکھا کہ وہ جنتی ہے اس نے اس سے پوچھا جواب دیا کہ ہمارے پاس ایک شخص صلحا[2] میں سے دفن کیا گیا ہے اس کی سفارش آس پاس کے چالیس[40] آدمیوں کے بارے میں مقبول ہُوئی ان ہی میں ایک میں تھا۔ (ابن الدنیا)

❁ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دو قبروں پر گذر ہوا فرمایا کہ یہ دونوں مردے معذّب[3] ہو رہے ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ پھر آپ نے ایک ترشاخ[4] کھجور کی لے کر بیچ میں سے اس

---

[1] کیونکہ صحابی کا عمل بھی مثل حدیث ہے کہ وُہ بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے کوئی عمل نہیں کرتے۔
[2] نیک لوگوں میں سے [3] دونوں مردوں کو عذاب دیا جارہا ہے [4] کھجور کی سبز شاخ

کو چیر کر دو حصّے کر کے ایک ایک قبر میں ایک ایک گاڑ دیا لوگوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ آپ نے کس مصلحت سے کیا آپ نے فرمایا اُمید ہے کہ جب تک خشک نہ ہوں ان سے عذاب ہلکا ہو جاوے[1]۔

❀ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو برزہ رضی اللہ عنہ وصیّت کرتے تھے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر میں دو شاخ کھجور کی رکھ دینا۔ شرح الصدور میں مذکور ہے کہ یہ حدیث اُس کی اصل ہے جو قبور کے پاس درخت لگا دیتے ہیں۔ (ابنِ عساکر)

❀ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ارمیاؑ پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا گزر چند قبروں پر ہوا جن کے مردوں کو عذاب ہو رہا تھا ایک سال کے بعد جو پھر ادھر گزر ہوا تو دیکھتے کیا ہیں کہ عذاب کو سکون ہو گیا تھا عرض کیا اے پاک پروردگار میں اوّل سال جو ان قبور پر گزرا تھا تو ان کے مردے معذّب[2] ہو رہے تھے اور اس سال جو گزرا تو عذاب کو سکون ہو گیا۔ آسمان سے ایک آواز آئی اے ارمیاؑ ان کے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور قبریں (ٹوٹ پھوٹ کر) بے نشان ہو گئیں میں نے (اس حالت میں) جو ان کو دیکھا تو مجھ کو رحم آیا اور میں یہی مُعاملہ کرتا ہُوں ان لوگوں کے ساتھ جن کی قبریں بے نشان ہو جاویں اور جن کے کفن پھٹ جاویں اور جن کے بال جھڑ جاویں[3]۔

---

[1] اس لئے کہ درخت اور شاخیں بھی اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جب تک خشک نہ ہو خشک ہونا انکی موت ہے

[2] عذاب دیئے جا رہے تھے [3] اس سے معلوم ہوا کہ قبر کچّی بنانی چاہیئے جیسا کہ مسنون ہے تاکہ جلدی اللہ کی رحمت متوجہ ہونے کی امید ہو۔ پکّی قبر دیر سے مٹے گی۔

ایک شبہ کا جواب وہ شبہ یہ ہے کہ جو حدیثیں اس جگہ یا اس سے پہلے مذکور ہوئی ہیں ان سے موت کا شوق جب پیدا ہو سکتا ہے کہ ان کے مقابلہ میں دوسری روایتیں ایسی نہ ہوں جن میں ایسے مضمون مذکور ہیں کہ بعض لوگوں کے لیے موت اور موت کے بعد کا زمانہ سخت مصیبت کی چیز ہے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو جو اسباب ہیں ان مصیبتوں یعنی گناہ اُن سے بچنا اختیاری بات ہے تو ان مصیبتوں میں جو کوئی مبتلا ہوتا ہے اور اس کی تدبیر وہ خود کر سکتا ہے، وہ یہ کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے پھر وہ ان مصیبتوں میں کیوں پڑے گا۔

اگر ایسے شبہوں پر خیال کیا جائے تو دنیا میں کوئی چیز اچھی سے اچھی بھی باعثِ شوق نہ ہوگی کیونکہ سب کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کے حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں ان کے خلاف طریقوں کو جو کوئی اختیار کرے گا وہ ان چیزوں کے حصول سے محروم رہے گا۔ ہماری غرض تو ان حدیثوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ موت اور موت کے بعد کے حالات کا خیال کر کر کے جو عام طور سے وحشت طبیعتوں کے اندر رہے وہ اِن حدیثوں کے پڑھنے اور سُننے سے جاتی رہے۔ اِن فضیلتوں اور نعمتوں کے حاصِل ہونے کے طریقے تو ظاہر بات ہے کہ ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور ہمارا یہ مطلب نہیں کہ بلا کسی قید کے

ان فضیلتوں کا وعدہ ہے یا کسی کا قرض آتا ہے کہ وہ زبردستی وصول کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حدیثوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گنہگار کو جو تکلیفیں پیش آتی ہیں وہ بھی نری تکلیفیں نہیں بلکہ ان میں بھی کچھ سہولت مِلی رہتی ہے اور وہ بھی امید سے اور مصلحت سے خالی نہیں چنانچہ یہاں کچھ حدیثیں ایسی ہی لکھی جاتی ہیں۔

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مروی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ ملک الموت[1] کو میرے گنہگارانِ اُمّت میں سے مستحق دوزخ کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں ملک الموت کو ارشاد ہوتا ہے کہ ان گنہگاروں کو بشارت دے دو کہ بقدرِ اپنے اعمال[2] کے نار میں محبوس رہ کر اتنے اتنے انتقام کے بعد جنّت میں جاؤ گے کیونکہ اللہ سُبحانہ ارحم الرحمین[3] ہیں۔

❁ عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عمر اس وقت تمھاری کیا کیفیت ہو گی جب تم مر جاؤ گے اور لوگ تمھارے لیے ساڑھے تین ہاتھ لمبی اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑی قبر کی پیمائش کریں گے پھر تمھارے پاس واپس آکر تم کو غسل اور کفن دیں گے اور خوشبو ملیں گے پھر تم کو اُٹھا کر لے جاویں گے یہاں تک کہ اس قبر میں رکھ دیں گے پھر تم پر مٹی ڈال دیں گے پھر جب لوگ چلے آویں

---

[1] روح نکالنے والا فرشتہ عزرائیل [2] اپنے کئے ہُوئے بُرے اعمال کی سزا کے طور پر کچھ عرصہ دوزخ کی آگ میں رہ کر پھر جنت میں جاؤ گے۔ [3] سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

گے تو تمھارے پاس دو ممتحن[1] قبر کے یعنی منکر نکیر آ پہنچیں گے جن کی آواز مثل سخت گرج کے ہوگی اور آنکھیں مثل برق[2] درخشاں کے ہوں گی سو تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے اور ہول دل بٹھلا دیں گے سو اس وقت اے عمر تمھاری کیا کیفیت ہوگی؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میری عقل اس وقت درست ہوگی؟ فرمایا ہاں عرض کیا کہ بس کام چلا لوں گا اور ایک روایت میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا ہماری عقلیں ہماری طرف عود کر آویں گی؟ فرمایا ہاں تمھاری (عقل کی) جو آج حالت ہے۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک حساب قبر میں ہے اور ایک آخرت میں ہے سو جس شخص کا قبر میں حساب ہو جاوے اس نے نجات پائی اور جس کا قیامت میں حساب ہوا وہ معذّب ہوا حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ مومن کا تو قبر میں اس لیے حساب ہو جاتا ہے تاکہ کل قیامت کے دن اس کو سہل ہو جاوے اس لیے برزخ میں کسی قدر کلفت[3] دے کر اس کو (گناہوں سے پاک صاف کر دیتا ہے تاکہ قبر سے بدلہ لیا لوایا نکلے پھر قیامت میں بچا رہے" اور غیر مومن کا حساب قیامت کے دن پر رہتا ہے اور برزخ کا عذاب علاوہ حساب کے ہے۔

ف: پہلی روایت سے گناہ گاروں کو بھی نزع کے وقت بشارت ملنا ثابت ہوا (مصطفےٰ کہتا ہے کہ اس بشارت میں گو

---

[1] امتحان لینے والے [2] چمکتی ہوئی بجلی۔ [3] تکلیف دے کر

عذاب کا بھی ذکر ہے کہ فلاں فلاں گناہ کی سزا مل کر جنّت ملے گی لیکن یہ ایسا ہے جیسے کسی قتل کے مُجرم کو جس کو یقین ہو چکا ہو کہ پھانسی ہو گی اور اس کو حکم سنایا جاوے کہ بجائے پھانسی کے سات سال کی سزا رہ گئی اور سات سال کے بعد پچاس گاؤں بھی ملیں گے تو خوشی کے مارے اس کی کیا حالت ہو گی؟ پھر یہ کہ یہ عذاب کی خبر مرتے وقت سُنائی جاوے گی لیکن ابھی اِن گناہوں کی مغفرت کے چند ذرائع باقی ہیں مثلاً اس کی اولاد کی دُعا یا کسی مُسلمان کی دُعا یا کوئی صدقہ جاریہ یا حضُور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی شفاعت یا دیگر مومنین کی شفاعت یا سب سے اخیر میں ارحم الراحمین کا ترحم[1]۔ یہ سب احادیث سے ثابت ہیں)۔

اور دوسری روایت سے مومنین کے لیے عام طور سے یہ بشارت ثابت ہُوئی کہ وہ منکر نکیر کو قبر میں صحیح جواب دے سکیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کے سوال میں یہ (ہماری عقلیں کا) لفظ ہونا اور حضُور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا ہاں فرمانا صاف بتاتا ہے کہ یہ حکم حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مؤمنین کو شامل ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی عقل سوال کے وقت صحیح ہو گی اور عقل کے صحیح ہونے پر جواب ٹھیک دے سکنے کو بھی حضُور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے

---

[1] اللّٰہ ربّ العزّت ہی کو اس پر رحم آجانا۔

تسلیم کیا اس سے وہ امید بہت قوی ہو جاتی ہے۔

اور تیسری روایت سے یہ ثابت ہوا کہ قبر کی سختی بھی مصلحت سے خالی نہیں۔ اس سے آخرت کی سختیوں سے نجات ہو جاتی ہے۔ تینوں حدیثوں سے یہ تینوں مضمون صاف ثابت ہوتے ہیں تو اس سے ہمارا وہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ گنہگار پر بھی جو تکلیفیں آتی ہیں وہ بھی سہولت اور رحمت اور امید سے خالی نہیں ہوتیں۔ فقط

بارہواں باب

باب محشر کی راحت و سہولت میں

✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ (عرش) میں اس روز سایہ دے گا کہ اس کے سوا سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا ایک بادشاہ عادل اور ایک وہ جوان جس کا نشوونما[1] خدا کی عبادت میں ہو اور ایک وہ شخص جس کا قلب[2] مسجد میں لگا رہے۔ جب وہاں سے باہر جاوے جب تک پھر وہاں نہ آجاوے اور ایک وہ دو شخص جن میں باہم اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت ہو کہ اسی کو لیے ہوئے ملیں اور اسی کو لئے ہوئے الگ ہوں اور ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں اشکبار[3] ہو جاویں

---

[1] پرورش [2] دل [3] آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

اور ایک وہ شخص جس کو کوئی آن بان[1] والی عورت بلاوے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ شخص جو کوئی خیرات دے اور اس کو اس طرح مخفی[2] کرے کہ اس کے داہنے ہاتھ کا خرچ کیا ہوا بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو۔

✿ حضرت **ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا لوگ تین قسم کی جماعت ہو کر میدانِ حشر میں آویں گے ایک قسم پیادہ[3] اور ایک[2] قسم سوار اور ایک[3] قسم اپنے مُنہ کے بل[4]۔ شارح نے کہا ہے کہ پیادہ وہ اہلِ ایمان ہوں گے جنہوں نے نیک اور بد عمل ملے جلے کئے تھے اور سواروں کی نسبت کہا ہے کہ وہ عالی درجہ لوگ ہیں جو ایمان میں کامل ہیں اور کفّار منہ کے بل اُلٹے چلائے جاویں گے۔

✿ حضرت **ابنِ عباس** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **نبی** صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ سب سے اوّل قیامت کے روز حضرت **ابراہیم** علیہ السّلام کو لباس پہنایا جاوے گا (سو معلوم ہوا کہ اوروں کو بھی لباس ملے گا اس کی نسبت مرقات میں ہے کہ مقبولین قبروں سے تو برہنہ پا[5] برہنہ بدن[6] اٹھیں گے لیکن ان کو ان کا کفن پہنا دیا جاوے گا پھر اونٹنیوں پر سوار کر کے محشر میں حاضر کئے جاوینگے۔

---

[1] شان وشوکت والی عورت [2] چھپاتے [3] پیدل

[4] حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جب سوال کیا گیا کہ وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے تو آپ نے فرمایا جو اللہ پیروں پر چلانے پر قادر ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے اور یہ سزا عین انکے عمل کے مطابق ہے کہ اللہ کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا اور سجدہ نہیں کیا تو یہ سزا دی گئی۔ (مرقات ج ۱۰، صفحہ ۲۰۹)

[5] ننگے پاؤں [6] ننگے جسم

پس یہ لباس پہنانا جو حدیث میں ہے، خدائی خلعتوں[1] اور بہشتی حلّوں[2] پر محمول ہو گا جو برگزیدہ[3] جماعت کو پہنایا جاوے گا۔

❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ (حساب کے وقت) مومن کو اپنے قریب کر کے اس پر دامنِ رحمت رکھ کر اس کو چھپا لے گا اور فرماوے گا کہ تجھ کو فلاں فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ عرض کرے گا ہاں اے پروردگار، یہاں تک کہ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ اپنے جی میں سمجھے گا کہ میں تباہ ہوا۔ ارشاد ہو گا کہ میں نے دُنیا میں بھی وہ گُناہ چھپائے تھے اور آج بھی مُعاف کرتا ہُوں پس اس کی نیکیوں کا رجسٹر اس کو دے دیا جاوے گا۔

❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وُہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور[4] میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا کہ یہ ارشاد فرمائیں کہ قیامت کے روز (کہ بہت طویل ہو گا) کھڑے رہنے کی قوت کس کو ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ مُسلمان پر اس قدر ہلکا ہو جاوے گا جیسے فرض نماز (میں کھڑا ہونا ہلکا ہوتا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس دن کی نسبت پوچھا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی (یعنی قیامت کا دِن) آپ نے اسی طرح کا جواب ارشاد فرمایا۔

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ

---

[1] خدائی لباس
[2] جنتی زیوروں پر مشتمل ہو گا۔
[3] نیک لوگوں کو
[4] خدمت میں

علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جیسے ایلہ سے عدن[1] تک فاصلہ ہے۔ وہ برف سے زیادہ صاف ہے اور شہد سے زیادہ شیریں[2] ہے اور اس کے برتن ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں اور میں غیر لوگوں کو اس سے اس طرح ہٹاؤں گا جس طرح کوئی شخص لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے (جب وہ لوگ اپنے اونٹوں کو اس حوض پر پانی پلاتے ہوں)۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ کیا آپ ہم کو اس روز پہچانیں گے؟ فرمایا ہاں تمھاری ایک نشانی ہوگی جو کسی اور اُمت میں نہ ہوگی۔ وہ یہ کہ تم میرے پاس اس حالت سے آؤ گے کہ تمھارا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے روشن[3] ہوں گے۔

❁ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جنّت میں سب کے بعد داخل ہوگا اور دوزخ سے سب کے بعد نکلے گا۔ وہ ایک شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن حاضر کیا جاوے گا اور کہا جاوے گا کہ اس کے روبرو[4] اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اُٹھائے رکھو (یعنی پیش نہ کرو) غرض چھوٹے گناہ پیش کئے جاویں گے اور کہا جاوے گا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ وہ کہے گا ہاں اور انکار کی مجال[5] نہ ہوگی اور اس اندیشہ[6] میں ہوگا کہ اب بڑے گناہ پیش کئے جاویں گے پھر اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لیے بجائے ایک ایک

---

[1] دو جگہوں کے نام ہیں　[2] میٹھا　[3] چمکتے ہوں گے
[4] اس کے سامنے　[5] انکار کی گنجائش نہیں ہوگی　[6] خطرے میں ہوگا۔

گناہ کے ایک ایک نیکی ہے۔ اس وقت کہے گا اے رب میں نے اور بھی بہت سی باتیں گناہ کی کی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتیں (مراد اس سے بڑے گناہ ہیں یعنی ان کے عوض میں بھی تو نیکیاں ملنا چاہئیں۔ راوی کہتے ہیں) میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کے دندان جو کچلیوں[1] کے پاس ہیں ظاہر ہو گئے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری شفاعت میری اُمّت کے اہلِ کبائر[2] کے لیے ہے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ دوزخ کے حال میں بیان فرمایا کہ ان کے سامنے سے ایک شخص اہلِ جنت میں سے گزرے گا تو ایک شخص ان میں سے کہے گا کہ اے فلانے تو مُجھ کو نہیں پہچانتا؟ میں وہ ہوں کہ تجھ کو پانی پلایا تھا اور ایک کہے گا کہ میں وہ ہوں کہ تجھ کو وضو کا پانی دیا تھا وہ جنّتی اس شخص کی شفاعت کرے گا اور جنّت میں داخل کرا دے گا۔

تیرہواں باب

جنّت کی جسمانی و روحانی لذّتیں

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ

---

[1] انسان کے منہ میں عام طور پر کل بتیس دانت ہوتے ہیں سامنے کے بڑے دو اوپر دو نیچے کے چار دانت ثنایا کہلاتے ہیں انکے ساتھ والے چار رباعی اور انکے ساتھ والے انیاب اور انہی کو کچلیاں کہتے ہیں۔ ان کے ساتھ سے آخر تک ڈاڑھیں کہلاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ظاہر ہُوتے۔

[2] گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے۔

علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی بشر کے قلب[1] پر گذریں، اور اگر چاہو یہ آیت پڑھ لو (کہ اس سے اس کی تصدیق ہو جاوے گی) فلا تعلم نفس[2] الخ یعنی کسی شخص کو خبر نہیں جو کچھ اہلِ جنّت کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر اہلِ جنت کی بیبیوں میں سے ایک عورت بھی اہلِ زمین کی طرف جھانک لے تو تمام آسمان و زمین کے درمیان کی چیزوں کو روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے پُر کر دے اور اس کے سر پر جو اوڑھنی[3] ہے وہ تمام دنیا و مافیہا[4] سے افضل ہے۔

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس تک چلا جاوے اور اس کو قطع[5] نہ کر سکے۔

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اوّل گروہ جو جنّت میں داخل ہوں گے۔ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوں گے پھر جو ان سے بعد کے مرتبے میں ہیں، وہ بہت تیز روشن تارے کے مثل ہوں گے سب کے قلوب (دل ۱۲) ایک آدمی کے قلب

---

[1] انسان کے دل پر گذریں [2] سُورہ سجدہ آیت نمبر ۱۷ [3] دوپٹہ
[4] دُنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے افضل [5] پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو

جیسے ہوں گے ان میں نہ اختلاف ہوگا اور نہ بغض (عداوت ۱۲) ہوگا۔ ان میں ہر شخص کے پاس حورِ عین[1] میں سے دو بیبیاں ہوں گی جن کی ساق (پنڈلی ۱۲) کا گودا استخوان (ہڈی) اور گوشت کے اندر سے بوجہ غایت حُسن کے نظر آوے گا[2]۔

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اہلِ جنّت اس میں کھائیں اور پیئیں گے لیکن نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب، پاخانہ کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے[3]۔

❁ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایک نِدا کرنے والا ندا[4] کرے گا کہ تمھارے لیے یہ امر قرار پاچکا[5] ہے کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور ہمیشہ آرام سے رہو گے اور کبھی سختی نہ دیکھو گے۔

❁ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اہلِ جنّت کو پکاریں گے کہ اے اہلِ جنّت! وہ عرض کریں گے کہ ہم حاضر ہیں اور خدمت گذار ہیں اور خیر سب کی سب آپ کے ہاتھوں میں ہے (یعنی کیا ارشاد ہے فرماویں گے کہ تم راضی بھی ہو

---

[1] یعنی گوری گوری بڑی آنکھ والی عورت [2] جن کی پنڈلی کے اندر کا گودا انتہائی خوبصورتی کی وجہ سے گوشت اور ہڈی کے اندر سے نظر آئے گا۔ [3] کیونکہ یہ غذا کے فاضل اجزاء سے پیدا ہوتی ہیں اور جنّت کی غذا پھلوں وغیرہ میں فاضل اجزا ہی نہ ہوں گے اس لئے یہ چیزیں بھی نہیں ہونگیں صرف ایک ڈکار آئے گی اور غذا ہضم ہوجائے گی۔

[4] ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ [5] تمھارے لئے یہ فیصلہ کیا جاچکا ہے۔

گئے؟ عرض کریں گے کہ اے رب راضی کیوں نہ ہوتے حالانکہ آپ نے ہم کو یہی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ ارشاد ہوگا کہ میں تم کو اس سے بھی بڑھ کر ایک چیز دوں؟ عرض کریں گے۔ اے رب اس سے افضل کیا چیز ہوگی؟ ارشاد ہوگا کہ میں تم پر ہمیشہ اپنی رضامندی مبذول (متوجہ ۱۲) رکھوں گا اور اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

❁ حضرت **ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا' **یارسُول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنّت کی عمارت کیسی ہے۔ فرمایا ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی اور گارا اُس کا مُشک خالص ہے اور کنکریاں اس کی موتی اور یاقوت ہیں اور مٹی اسی کی زعفران ہے۔

❁ اور نیز حضرت **ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **رسُول اللہ** صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جنّت میں کوئی درخت ایسا نہیں ہے جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔

❁ حضرت **بریدہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا **یارسُول اللہ** صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا جنّت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ تجھ کو جنّت میں لے جاوے تو جب تیرا جی چاہے گا کہ یاقوتِ سُرخ کے گھوڑے پر تجھ کو سوار کیا جاوے جو تجھ کو جہاں جہاں تیرا جی چاہے لیے پھرے تب ہی ایسا ہو جاوے گا اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تجھ کو اللہ تعالےٰ جنّت میں داخل کرے تو تجھ کو ہر قسم کی چیزیں ملیں گی جو کچھ تیرا جی چاہے اور جس سے تیری آنکھوں کو لذّت ہو۔

❁ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ادنیٰ اہلِ جنّت کا ایسا ہوگا جس کے اسّی ہزار خادم اور بہتّر بیبیاں ہوں گی اور اس کے لیے ایک قبہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا بڑا کھڑا کیا جاوے گا جیسا جابیہ سے صنعاء کا فاصلہ[1] ہے اور اسی اسناد[2] سے یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہلِ جنّت کے سروں پر تاج ہوں گے کہ ادنیٰ موتی ان کا مشرق و مغرب کے درمیان کی چیزوں کو روشن کرسکتا ہے۔

❁ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک دریا پانی کا اور ایک شہد کا اور ایک دُودھ کا اور ایک شراب[3] کا ہوگا۔ پھر ان دریاؤں سے آگے نہریں نکل نکل کر چلی ہیں۔

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک جگہ ہوگی جہاں حوریں جمع ہو کر بُلند آواز سے جس کے مثل خلائق نے نہ[4] سنا یہ گائیں گی نحن الخالدات الخ یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی اور ہم آرام سے رہنے والی ہیں کبھی سختی نہ جھیلیں گی اور ہم راضی رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی اس شخص کے لیے بڑی خوشحالی ہے کہ وہ ہمارا ہو اور ہم اُس کے ہوں۔

❁ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ یاقوت اور زمرد جیسے عمدہ موتیوں کا ایک خیمہ عظیم قائم کردیا جائے گا۔ [2] یعنی حضرت ابوسعید ہی کی روایت سے۔ [3] لیکن جنّت کی شراب ایسی نہیں ہوگی کہ عقل میں فتور آئے۔ [4] اس جیسا گانا ساری مخلوقات میں سے کسی نے بھی نہیں سُنا ہوگا۔

صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ نے لیلۃ البدر[1] میں چاند کو دیکھا اور فرمایا کہ تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسا اِس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں ایک دوسرے کو زحمت نہیں ہوتی (جیسا شاہانِ دُنیا کی سواری دیکھنے میں ہوتی ہے)

❀ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب جنّت والے ...... جنّت میں جاویں گے اللہ تعالیٰ فرماویں گے تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو کہ تم کو دوں، وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا، کیا آپ نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ آپ فرماتے ہیں کہ پس پردہ اٹھا دیا جاوے گا پس اللہ تعالیٰ کا جمال باکمال دیکھیں گے اور کوئی چیز ان کو ایسی عطا نہ ہوئی تھی جو اپنے رب کی طرف نظر کرنے سے زیادہ محبُوب ہو۔

❀ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اہلِ جنّت میں سب سے ادنیٰ درجہ کا وہ شخص ہو گا جس کو اپنے باغ اور بیبیاں اور سامانِ نعمت اور خدمت گار اور اسبابِ مسّرت[2] ایک ہزار برس کی مسافت تک نظر آویں گے اور سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہو گا جو حق تعالےٰ کے دیدار سے صبح و شام مشرف ہو گا۔

❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] چودھویں رات میں [2] خوشی کے سامان

نے فرمایا کہ اہل جنّت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے، دفعۃً اُن کے روبرو[1] ایک نور بلند ہوگا تو دیکھتے کیا ہیں کہ اوپر سے حق تعالیٰ کا ظہور ہوا اور ارشاد ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَہْلَ الْجَنَّۃِ اور اس آیت کی بھی تفسیر ہے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ[2] پس حق تعالےٰ اہلِ جنت کو اور اہلِ جنت حق تعالےٰ کو دیکھیں گے اور جب تک اُدھر دیکھتے رہیں گے کسی نعمت کی طرف التفات[3] نہ کریں گے یہاں تک کہ ان سے پردے میں ہوجائے گا اور نور (جو اس کا اثر ہے) باقی رہ جاوے گا۔

○ ف : ذرا ان حدیثوں کے مضامین میں غور کیا جاوے ایسی بے غل[4] غش اور ابدی نعمتیں دُنیا میں کسی سُلطانِ ہفت اقلیم کو بھی میسر ہیں[5]۔

○ تتمہ : ناظرین کو یاد ہوگا کہ گیارہویں باب میں برزخ کی نعمتیں ذکر کی گئی تھیں۔ اس پر ایک شبہ ہوتا تھا اور اس بارہویں باب میں قیامت کی نعمتیں ذکر کی گئی ہیں اس پر بھی ویسا ہی شبہ ہوتا تھا جیسا کہ گیارہویں باب پر ہوتا تھا وہ شبہ یہ ہے کہ جنّت کی نعمتیں سُن کر شوق جب پیدا ہوسکتا ہے۔ جب کہ دوزخ کے عذابوں کی خبر نہ ہو اور دوزخ کی تکلیفوں اور مصیبتوں کی خبر معلوم ہونے کے بعد تو سب حوصلے پست[6] ہوجاتے ہیں اور آخرت کے نام سے ڈر معلوم ہوتا ہے اور بجائے آخرت کے شوق پیدا ہونے کے دُنیا ہی میں رہنا غنیمت معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب تک دُنیا میں ہے ان عذابوں سے نجات

---

[1] سامنے [2] ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔ (سورہ یٰس) آیت ۵۸

[3] توجہ نہ کریں گے [4] بلا شور و غل [5] پوری دُنیا کی حکومت بھی اگر کسی کو حاصل ہو تو اس کے پاس یہ نعمتیں نہیں ہوں گی [6] کمزور پڑجاتے ہیں۔

ہے اور اہل عقل کا قول بھی ہے کہ تکلیف کا دفع کرنا آرام کے حاصل کرنے سے زیادہ ضروری ہے یہاں کے شبہ کے بھی ویسے ہی دو جواب ہیں جیسے گیارہویں باب کے شبہ کے تھے۔

اوّل یہ کہ دوزخ سے بچنا اختیاری ہے اس معنی کو کہ جن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا عذاب لازم آتا ہے وہ سب اختیاری ہیں ان سے بچیں دوزخ کی مصیبتوں سے بچے رہیں گے۔

دوسرے یہ کہ باوجود گناہ کرنے کے بھی اگر ایمان باقی ہے تو دوزخ کی تکلیفوں میں تخفیف[1] کی رعایت ہوگی اور باوجود اُن تکلیفوں کے یہ یقین ہے کہ ہم کو ایک دِن ضرور ان سے نجات ملے گی زخم پر مرہم کا کام دے گا بخلاف دُنیا کے کہ یہاں کی نعمتیں کیسی ہی ہوں لیکن آخرت کی تکلیفوں کا خیال ان سب کو مکدّر[2] کر دیتا ہے اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کے لیے آخرت کی تکلیفوں کی حالت بھی دُنیا کی نعمتوں کی حالت سے اچھی ہے کیونکہ وہاں کی تکلیفوں کے ساتھ جنّت کا یقین لگا ہوا ہے اور دنیا کی نعمتوں کے ساتھ آخرت کا خطرہ ہے جو سب نعمتوں کو مٹی کرنے والا ہے۔

اور تیسرا جواب اس شبہ کا ایک اور بھی ہے جو گیارہویں باب میں بھی مذکور ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بعض گناہ گاروں کے لیے کسی کی شفاعت سے یا محض فضلِ خداوندی سے آخرت کے عذاب کا بالکل نہ ہونا یا تھوڑی مدّت کے بعد موقوف[3] ہو جانا بھی ہو گا۔ اس دوسرے اور تیسرے جواب کے لیے ثبوت

---

[1] مسلمانوں کو وہ تکالیف ہلکی ہوں گی [2] خراب کر دیتا ہے [3] ختم ہو جانا

کی ضرورت ہے چنانچہ اس کے ثبوت میں چند روایتیں لکھی جاتی ہیں۔

❁ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل دوزخ میں جو کہ حقیقۃً اہل دوزخ ہیں (یعنی کافر) وہ اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن بعضے آدمیوں کو تم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) ان کے گناہوں کے سبب دوزخ کا اثر پہنچے گا پھر اللہ تعالےٰ ان کو ایک خاص طور کی موت دے دے گا یہاں تک کہ جب وہ بالکل کوئلہ ہو جاویں گے تو اللہ تعالےٰ (شفاعت کرنے والوں کو اُن کی) شفاعت کرنے کی اجازت دے دے گا (بعض نے کہا کہ ایک مدت تک سزا پاکر بالکل مر جاویں گے بعض نے کہا ہے کہ قلّتِ احساس (تکلیف کم معلوم ہونا) میں مرے کے ساتھ تشبیہہ دی گئی۔)

❁ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مسلمان دُوزخ سے رہائی پاکر جنّت و دُوزخ کے درمیان ایک پُل پر روکے جائیں گے اور دُنیا میں جو ایک کے حقوق دوسرے کے ذمّہ تھے ان کا عوض معاوضہ ہو گا یہاں تک کہ جب بالکل پاک صاف ہو جاویں گے تو دخولِ جنّت[1] کے لیے اجازت مل جاوے گی۔

❁ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پُل صراط سے گزرنے کا بیان کر کے فرمایا کہ جب مسلمانوں کو دوزخ سے رہائی ہو جاوے گی تو قسم ہے اُس ذات کی جِس کے قبضے میں

---

[1] جنّت میں داخلے کی اجازت مل جائے گی۔

میری جان ہے کہ اگر کسی کا حق (دُنیا میں) ثابت ہو جائے تو وہ بھی اتنا اس کے وصول کا تقاضا نہیں کرتا جتنا مُسلمان اللہ تعالےٰ سے اپنے اُن بھائیوں کے واسطے اصرار کریں گے جو دوزخ میں ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار یہ لوگ ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے۔ ارشاد ہوگا کہ جن کو پہچانتے ہو نکال لو اور ان کے چہروں میں آگ کا ذرا اثر نہ ہوگا۔ سو وہ لوگ بہت سی خلق کو نکالیں گے پھر عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جن کی نسبت آپ نے ہم کو فرمایا تھا ان میں سے کوئی دوزخ میں رہا نہیں (یعنی جان پہچان والوں کو سب کو نکال لیا گو دوسرے اہل ایمان موجود ہیں) ارشاد ہوگا دوبارہ جاؤ اور جس کے دل میں دینار[1] کے برابر ایمان دیکھو اس کو بھی نکال لو۔ سو بہت سی خلقت[2] کو (اُس وقت) نکال لیں گے۔ پھر ارشاد ہوگا کہ اَب کے بار پھر جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان دیکھو اس کو بھی نکال لو۔ سو بہت سی خلقت کو (اس وقت) نکالیں گے۔ پھر ارشاد ہوگا کہ اب کی بار پھر جاؤ اور جس کے دل میں ذرّہ برابر ایمان پاؤ اس کو بھی نکال لو۔ سو بہت سی خلقت کو (اس وقت) نکالیں گے۔ پھر عرض کریں گے کہ ہم نے اس میں کوئی ایمان دار نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے کہ ملائکہ شفاعت کر چکے اور پیغمبر شفاعت کر چکے اور مومنین شفاعت کر چکے اب بجز[3] ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا پس اللہ تعالےٰ ایک مٹھی دوزخ سے لے گا اور ایسے لوگوں

[1] سونے کا ایک سکّہ [2] بہت سے انسانوں کو [3] سوائے اللہ تعالیٰ کے

کو نکالے گا جنہوں نے کبھی خیر کی ہی نہ ہوگی اور وہ (جل کر) کوئلہ ہو گئے ہوں گے پھر ان کو ایک نہر میں ڈال دے گا جو لبِ جنّت پر ہوگی اور اس کا لقب نہر الحیوٰۃ[1] ہے سو وہ اس طرح اس میں سے (تر و تازہ) ہو کر نکلیں گے جیسے سیلاب کے بہاتے ہوئے خاک و خاشاک[2] میں دانہ نکل آتا ہے غرض موتی کی طرح (آبدار ہو کر[3]) نکل آویں گے اور ان کی گردن پر خاص نشان ہوں گے اہلِ جنت کہیں گے کہ یہ رحمٰن کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو بغیر کسی عمل کے جس کو کیا ہو اور بغیر کسی خیر کے جس کو آخرۃ میں بھیجا ہو جنّت میں داخل کیا ہے پھر ان سے کہا جاوے گا کہ تمھارے لیے وہ بھی جو تم نے دیکھا اور اس کے ساتھ اس کے برابر اور بھی۔

○ **ف** : جو لوگ محض رحمتِ خداوندی سے سب سے اخیر میں دوزخ سے نکالے جائیں گے یہ یقینی بات ہے کہ یہ لوگ کافر نہیں کیونکہ کافر کی بخشش کی شریعت میں بالکل نفی ہے کافر کے لیے ابد الآباد[4] تک جہنم ہی میں رہنا ہے تو یا تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے پاس کسی پیغمبر کی خبر ہی نہیں پہنچی۔ اس وجہ سے نہ ان کو کافر کہہ سکتے ہیں کہ کفر کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہتے نہ ان کو مؤمن کہہ سکتے ہیں جس طرح نبی کے ماننے والوں کو مؤمن کہا جاتا ہے کیونکہ نبی کی خبر ان کو پہونچی ہی نہیں جب

---

[1] جس کا نام زندگی کی نہر ہے [2] سیلاب میں بہتی مٹی اور تنکوں میں کوئی دانہ نکل آئے

[3] چمکدار ہو کر [4] ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے۔

مؤمن نہیں ہیں تو جنّت میں اور مومنین کے ساتھ نہیں گئے۔
نہ کسی کی شفاعت ان کو پہنچی۔ حدیث مذکور کے الفاظ سے
ظاہراً ایسی صورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث مذکور کے اس
جملہ میں "بِغَیْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْہُ وَلَاخَیْرَ قَدَّمُوْہُ" میں دو
لفظ ہیں عمل اور خیر یعنی انہوں نے نہ کوئی عمل کیا ہوگا نہ کوئی
بھلائی۔ بھلائی سے ایمان ہی سمجھ میں آتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب ان کو کسی نبی کی خبر
ہی نہیں ہوئی تو بھلے بُرے سے بالکل بے خبر رہے تو دوزخ
میں کیوں بھیجے گئے؟ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ بعضے گناہ نبی کے
بتانے پر موقوف نہیں، عقل سے بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔ جیسے
ظلم وغیرہ، وہ ایسے گناہوں میں مبتلا ہوئے ہوں گے۔ اس کی
وجہ سے دوزخ میں ڈالے گئے۔ پھر جب ان سے پاک ہو گئے
تو رحمت خداوندی سے دوزخ میں سے نکال لیے گئے اور
یا یہ لوگ مومن ہی ہوں گے مگر ایمان ان کا اس قدر کم درجہ
کا اور ضعیف ہوگا کہ کسی نبی اور ولی کی شناخت میں نہ آتے
گا۔ بس حق تعالےٰ ہی کو اس کی اطلاع ہوگی جب کوئی نہ پہچان
سکے گا تو حق تعالےٰ ان کو دوزخ سے نکالیں گے۔ اس صورت
میں حدیث مذکور کے لفظ ولاخیر سے یہ مُراد ہے کہ خیر یعنی ایمان قابل
شمار ان میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

---

[1] اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے

کتاب کا خلاصہ

یوں سمجھو کہ کتاب ہذا ایک نسخہ ہے امراضِ قلبی[1] کا۔ اب اس کی ترکیب استعمال بیان ہوتی ہے کہ اِس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد اس کا فائدہ حاصل کرنے کا یعنی آخرت کا شوق پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دِن میں یا رات میں کوئی فرصت کا وقت مقرر کر کے کتاب کے سب مضمونوں کو دِل میں جمع کر کے خیال ہی کے طور پر سہی یہ سوچا کرے کہ دنیا رنج و تکلیف کا گھر ہے وہ کونسا دِن ہوگا کہ وطن اصلی یعنی آخرت کی جدائی کی مدت ختم ہوگی اور رحمت کے فرشتے مجھے لینے کو آئیں گے اور موت سے پہلے کچھ بیماری ہوئی ہوگی تو اس سے میرے گناہ معاف ہوجاویں گے اور پاک صاف ہوجاؤں گا۔ پھر دم نکلنے کے وقت فرشتوں سے وہ خوشخبریاں سنوں گا جو کتاب میں لکھی ہیں اور یوں عزّت اور آبرو کے ساتھ مجھ کو فرشتے لے جائیں گے پھر قبر میں ایسی ایسی باتیں دیکھوں گا اور بزرگوں کی اور اعزّا و اقارب اور دوستوں کی روحوں سے مُلاقات ہوگی اور یوں جنّت میں سیر کرتا پھروں گا اور اگر کوئی میرا عمل باقیاتِ صالحات[2] کی قسم سے ہوگا یا میرے بعد کسی مُسلمان بھائی نے میرے لیے دُعا کر دی تو ان کی برکت سے ان نعمتوں میں اور ترقی ہوتی رہے گی پھر قیامت میں اس طرح آرام و آسانی ہوگی۔

پھر جنّت میں ایسی ایسی ظاہری اور باطنی لذّتیں ہوں گی۔

---

[1] دل کی بیماریوں کا۔ [2] نیک عمل جو دُنیا میں باقی ہوگا مثلاً کوئی مسجد بنائی، کتاب لکھی یا کوئی بھی بھلائی کا کام کیا جس سے لوگ مستفیض ہوتے ہوں۔

غرض فرصت کے وقت میں یہ سب باتیں سوچ کر مرنے لیا کرے اور اگر عذاب کی خبریں یاد آویں تو خیال کرے کہ اس سے بچنا تو ممکن ہے ایسے کاموں سے بچا رہوں جن پر عذاب ہوتا ہے تو عذاب کیوں ہوگا؟ اس شغل اور خیال باندھنے سے آخرت کا شوق بڑھے گا اور دُنیا سے دلچسپی کم ہوتی جاتے گی اور بجائے اس کے کہ دنیا سے محبّت تھی دُنیا سے وحشت اور نفرت[1] ہونے لگے گی اور جو آخرت سے وحشت تھی بجائے اُس کے آخرت سے دلچسپی اور محبّت پیدا ہونا شروع ہوگی اور یہ شغل اور تصوّر علاوہ اس نفع کے خود بھی عبادت ہے اور شریعت میں اس کا حکم ہے اور اس کی فضیلت آئی ہے۔ اس کا ثبوت ان حدیثوں سے ہے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ وہ گناہوں سے صاف کرتی ہے اور دُنیا سے بے رغبت بناتی ہے۔

❁ وضین ابنِ عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب لوگوں کو موت سے غافل دیکھتے تھے تشریف لاتے اور دروازے کے بازو پکڑ کر تین بار پکار کر فرماتے اے لوگو! اے اہلِ اسلام! موت تمھارے پاس ضروری اور لازم ہو کر آپہنچی۔ موت مع اپنے متعلقات کے آپہنچی۔ موت انبساط (خوشی ۱۲) اور راحت (آرام ۱۲) اور کثرت مُبارکہ (بڑی برکت ۱۲) کے ساتھ آپہنچی، اہلِ جنّت کے مقبولانِ رحمٰن

---

[1] دُنیا سے گھبراہٹ اور ناپسندیدگی

کے لیے، جن کی سعی (کوشش) اور رغبت جنّت میں تھی۔

❁ شرح الصدور میں ہے کہ عرض کیا گیا یا رسُول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وسلّم کیا شہدائے کے ساتھ کوئی اور بھی محشور ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں جو شخص موت کو دن رات میں بیس[20] بار یاد کیا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ جو شخص جس طرح میں نے بیان کیا ہے مراقبہ کیا کرے تو اس کا یاد کرنا موت کو بیس[20] بار سے زیادہ ہو جاوے گا کیونکہ جو روایات محل ہیں مراقبہ کا وہ (بیس[20] سے کہیں) زیادہ ہیں۔

امید کو اوسط درجہ پر رکھنے کا بیان

مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ ایمان کا کمال نہ صرف خوف سے ہوتا ہے اور نہ صرف امید سے بلکہ خوف اور امید کے درمیان میں رہنے سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس رسالہ میں تمام مضامین امید ہی امید کے لکھے گئے ہیں خوف کے مضامین بالکل نہیں لکھے گئے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہماری غرض یہ ہے فقط امید ہی رکھنا چاہیئے، خوف کو بالکل بھلا دیا جائے بلکہ ہماری غرض ایسے مضامین کے لکھنے سے دُنیا سے نفرت دلانا اور آخرت کا شوق پیدا کرنا ہے اور اس غرض کے پورا ہونے میں امید کے مضامین کو زیادہ دخل ہے کیونکہ جب آخرت کا شوق پیدا ہوگا تو نیک کاموں کی خواہ مخواہ ہمت ہوگی! اور یہ ہمت ہی اصل غرض ہے عذاب کی خبریں سنانے سے بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ خوف کی خبریں اور امید کی خبریں دونوں اصل غرض میں (کہ وہ ہمت اعمال کی دلانا ہے) شریک اور یکساں ہیں پس

اس رسالہ کے مضامین جو صرف امید دلانے والے ہیں درحقیقت خوف کے مضامین کی تاکید کرنے والے ہیں (کیونکہ جو غرض خوف کے مضامین سے تھی وہی ان سے ہے) نہ کہ خوف کے مضامین کے خلاف کوئی بات ثابت کرنے والے ہیں تو یہ نہ ہونا چاہیئے کہ آدمی خوف کو بالکل بھلا دے (کیونکہ حق تعالیٰ نے کمال ایمان کی علامت یہ فرمائی ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ یعنی مومن کامل کی ایک یہ بھی صفت ہے کہ پروردگار کے عذاب سے ڈرتا ہو کیونکہ پروردگار کا عذاب ایسی چیز نہیں جس سے کوئی بے خوف ہو جاوے۔ مُصطفٰی)

زیادتی عمر کے متعلق تحقیق

تیسرے باب کے اخیر میں ایک شبہ اور اس کا جواب مذکور ہوا ہے (وہ شبہ یہ تھا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کو حیات پر ترجیح ہے مگر بعض احادیث میں موت کی تمنّا کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ جواب یہ تھا کہ اس اعتبار سے حیات کو موت پر ترجیح ہوسکتی ہے کہ زندگی زیادہ ہوگی تو نیکیاں بڑھیں گی یا گناہوں سے توبہ ہوسکے گی ورنہ ترجیح موت ہی کو ہے کیونکہ موت کے بعد ہی تمام نعمتیں آخرت کی مل سکتی ہیں) اب یہاں بھی اُسی جواب کو ذرا اور صاف طور سے بیان کیا جاتا ہے۔

وہ بیان یہ ہے کہ اگر غور کیا جاوے تو ثابت ہو جاوے گا کہ جن

حدیثوں سے زندگی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے وہ حدیثیں حقیقت میں اُن حدیثوں کی تائید کرتی ہیں جن سے موت کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان حدیثوں میں خود موجود ہے کہ موت کی تمنّا اس واسطے نہیں چاہیئے کہ زندگی میں نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں سے توبہ ہو سکتی ہے مطلب یہ ہوا کہ زندگی بڑھنے سے موت کی بہتری کی امید ہے اس واسطے زندگانی کا بڑھنا بہتر ہے۔ ورنہ زندگی خود مقصود نہیں بو ترجیح موت کو ہوئی جیسا کہ تیسرے باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے نیز اس حدیث سے ثابت ہے جو ہم یہاں لکھتے ہیں۔

✿ زرعہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آدمی زندگی کو محبوب رکھتا ہے حالانکہ موت اس کے لیے بہتر ہے۔

بعض اہلِ شوق کے قصّے

ان قصّوں کے لکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ انسان کی طبعی بات ہے کہ انسان اپنے ہم جنسوں[1] کے حالات سے زیادہ اثر قبول کرتا ہے۔ تو ان قصّوں کو آخرت کا شوق پیدا کرنے میں زیادہ اثر ہے۔

✿ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کوئی ایسا نبی نہیں جس کو دُنیا و آخرت

---

[1] اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے حالات سے۔

کے رہنے میں اختیار نہ دیا گیا ہو اور آپ کو اس مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی ہے سخت بستگی آواز[1] نے پکڑا۔ اس وقت میں نے آپ کو یہ کہتے سُنا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں سمجھ گئی کہ اب آپ کو اختیار دیا گیا ہو گا۔

❁ مسند احمد میں ہے کہ ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تاکہ ان کی روح قبض کریں اُنھوں نے فرمایا اے ملک الموت کیا کسی دوست کو دیکھا کہ اپنے دوست کی روح قبض کرے؟ ملک الموت جناب باری میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ ان سے کہو کہ کیا کسی دوست کو دیکھا ہے کہ اپنے دوست سے ملنا ناپسند کرے؟ انہوں نے (یہ سن کر) فرمایا تو بس میری روح ابھی قبض کر لے۔

❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے دُعا کی اے اللہ میری قوت ضعیف ہو گئی اور میری عمر زیادہ ہو گئی اور میری رعیت بہت پھیل ہی گئی مجھ کو اپنے پاس اٹھا لیجئے اس طور پر کہ نہ میں ضائع کیا جاؤں نہ تقصیر[2] کروں پس اس مہینے سے آگے نہیں بڑھے کہ اٹھا لیے گئے[3]۔

❁ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تمھارے اس شہر میں ایک عابد تھا۔ وہ مسجد سے نکلا جب رکاب[4] میں پاؤں رکھا تو

---

[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بیٹھ گئی۔ [2] کوتاہی [3] اسی مہینہ میں انتقال ہو گیا۔

[4] گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے جو اس کی کاٹھی میں پیر رکھنے کی جگہ ہوتی ہے۔

ملک الموت اس کے پاس آکھڑے ہُوتے۔ اس نے کہا مرحبا میں تمھارا مشتاق تھا۔ پس انہوں نے اُس کی روح قبض کرلی۔

❁ خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کوئی جاندار خشکی میں یا دریا میں ایسا نہیں کہ میں موت سے اپنی طرف سے اس کا فدیہ ہونا پسند کروں[1]۔ اگر موت کوئی نشان ہوتا کہ لوگ دوڑ کر وہاں پہنچ سکتے تو مجھ سے پہلے اس تک کوئی نہ پہنچتا مگر جو زور میں مجھ سے زیادہ ہوتا۔

❁ ابو مسہر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو سعید بن عبد العزیز تنوخی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہتے سُنا کہ خدا تم کو تا دیر سلامت رکھے۔ اُنھوں نے کہا نہیں، بلکہ اللہ تعالےٰ جلدی مجھ کو اپنی رحمت میں بُلا لے۔

❁ عبیدہ بن مہاجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کہا جاوے کہ جو شخص اس لکڑی کو چھُولے وہ مرجائے تو میں فوراً کھڑا ہو کر اس کو چھُو لوں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے ایک شخص گذرا انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا بازار کا فرمایا اگر ممکن ہو کہ قبل واپسی کے میرے لیے موت خرید لو تو ضرور خرید لینا۔

❁ عبد اللہ بن ابی زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر مجھ کو دو امر[2] کا اختیار دیا جاوے ایک یہ کہ میری سو سال کی عمر ہو طاعتِ الٰہی میں اور ایک یہ کہ آج ہی کے دِن یا اُسی گھڑی میری جان قبض کرلی جاوے تو میں اسی کو پسند کروں کہ آج ہی کے دن یا اسی گھڑی میری جان قبض ہو جاوے

---

[1] یعنی بجائے میرے وہ مرجائے [2] دو کاموں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کو کہا جائے۔

بوجہ اشتیاق کے خدا کی طرف اور رسول کی طرف اور نیک بندوں کی طرف۔

❁ **احمد بن ابی الحواری** رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے ابوعبداللہ الباجی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مجھ کو ایک تو یہ اختیار دیا جاوے کہ مجھ کو تمام دنیا مل جاوے جب سے میں پیدا ہوا ہوں اس طرح کہ اس میں حلال طور پر عیش کروں اور پھر قیامت میں کچھ باز پرس بھی نہ ہو اور ایک یہ اختیار دیا جاوے کہ اسی وقت میرا دم نکل جاوے تو میں اسی کو ترجیح دوں کہ میرا دم اسی وقت نکل جاوے۔ کیا تجھ کو یہ امر مرغوب نہیں کہ اہلِ طاعت سے جا ملے؟

ف: اگر کہا جاوے کہ **موسیٰ** علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت آئے اگر موت شوق کی چیز ہے تو انھوں نے فرشتے کے ساتھ سختی کیوں فرمائی؟ جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پہچانا نہیں کیونکہ ایک[1] حدیث میں ہے کہ وہ اس وقت عیاناً[2] آئے تھے اور صحاح کی اس حدیث سے یہ کہ **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جبرئیل علیہ السلام کو بصورت اصلی دیکھنے کے متحمل نہیں ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کو اصلی صورت

---

[1] اخرج احمد البزاز والحاکم وصححہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان یأتی ملک الموت الناس عیانا فاتی موسیٰ فلطمہ (الی قولہ) فکان یاتی بعد الناس خفیۃ کذا فی شرح الصدور (۱۲ منہ)

(احمد بزاز اور حاکم نے روایت نقل کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس زمانے میں موت کا فرشتہ (روح قبض کرنے کے لئے) ظاہری طور پر آیا کرتا تھا پس موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آئے تو انھوں نے تھپڑ مار دیا۔ (حدیث کے آخری الفاظ تک جو یہ ہیں) اس کے بعد سے وہ پوشیدہ آنے لگے۔ جیسا کہ شرح صدور میں ہے۔

[2] اچانک

میں کوئی معائنہ[1] نہیں دیکھ سکتا اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں وہ بصورتِ بشر[2] آتے تھے پس نہ پہچاننا کچھ بھی عجب نہیں پس اس سے شوقِ موت کی نفی نہیں ہوتی۔ فقط۔

---

[1] اصلی شکل میں اپنے سامنے۔

[2] ملک الموت انسان کی شکل میں آتے تھے۔ جب اپنی اصلی شکل میں سامنے آتے تو نہیں پہچانتے۔

یہ تری غفلت ہے، بے عقلی بڑی ۔۔۔ مسکراتی ہے قضا سر پہ کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی ۔۔۔ پیش آنے کو ہے، یہ منزل کڑی

ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

گرتا ہے دُنیا پہ تو پروانہ وار ۔۔۔ گو تجھے جلنا پڑے، انجام کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار ۔۔۔ کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار[1]

ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

حیف[2]، دنیا کا تو ہو پروانہ تُو ۔۔۔ اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا، نہ تُو
کس قدر ہے عقل سے، بیگانہ تُو ۔۔۔ اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ[3]، تُو

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] طریقہ ۔۔۔ [2] افسوس ۔۔۔ [3] عقلمند

بعضے[1] اشعارِ اہلِ ذوق

اگر گاہ گاہ ان کو پڑھ لیا کریں تو بوجہ اس کے کہ خود کلام کا منظوم ہونا بھی خاص اثر رکھتا ہے یہ اشعار آتشِ شوق کو زیادہ مشتعل[2] کردیں گے۔

ترجمۂ ارشادِ عارف شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کیا مبارک ہے وہ دن جبکہ ہو دُنیا سے سفر
جاں کو چین ملے اور ملے وہ دلبر[3]
نذر کی ہے جو غمِ ہجر کسی دِن ہو بسر
وجد پہ آکے کروں میں درِ ساقی پہ گذر

ترجمۂ ارشادِ عارف جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بھلا فانی جہاں میں کب تک اے دل
رہے گا کھیل تیرا آب اور گل[4]
تو ہی ہے لاڈ کا پالا وہ طائر[5]
قفس سے آشیاں ہے تیرا ظاہر
ہوا اس آشیاں سے کیوں تو محروم
بنا ہے اس بیاباں کا تو کیوں بوم[6]
ہٹا کر بال و پر سے خاکِ تن کو
لگا پرواز عرشِ ذوالمنن[7] کو

---

[1] اصل کتاب میں صرف فارسی کے اشعار تھے اس مرتبہ کی اشاعت میں فارسی اشعار کی بجائے ان کا منظوم ترجمہ کرادیا گیا ہے۔ [2] شوقِ حصولِ جنت کی آگ کو اور بھڑکا دیں گے۔ [3] محبوب
[4] پانی اور مٹی [5] پرندہ [6] اُلّو [7] محسن رب کے عرش کی طرف۔

ترجمۂ ارشادِ عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے[1] سے سنیئے کیا حکایت کرتی ہے — یوں جدائی کی شکایت کرتی ہے
جب سے کاٹا ہے نیستاں[2] سے مجھے — مرد و زن روتے ہیں نالوں سے مرے
چاہتی ہوں سینہ صد پاش فراق[3] — تا سناؤں حال دردِ اشتیاق
اصل سے اپنی ہوا ہے جو جُدا — چاہتا ہے پھر زمانہ وصل کا
میں ہر ایک محفل میں روئی زار زار — نیک و بد کو سمجھی اپنا غمگسار
بن گئے اپنی سمجھ میں میرے یار — پر نہ سمجھے راز میرا زینہار[4]
راز میرا ہے کہاں نالہ سے دور — پر کہاں وہ چشم و گوش[5] و سَر میں نور
تن[6] ہے جاں سے جان ہے تن سے قریب — پر ہوا دیدارِ جاں کس کو نصیب
آگ ہے یہ نالہ مت سمجھو ہوا — جس میں یہ شعلہ نہ ہو وہ ہو فنا

پیر چنگی کے بے ہوش ہونے کا قصہ

دردِ دنیا اور بدن سے چھُٹ گیا — وہ جہاں جان کے صحرا میں گیا
روح نے اس کی وہاں یوں عرض کی — مجھ کو رہنے دیتے گریاں[7] دائمی
جاں مری خوش رہتی اس گلزار سے — مست رہتی غیب کے انوار سے
جلتی اڑتی پھرتی یاں بے پاؤ پر — کھاتی رہتی بے لب و دنداں[8] شکر

---

[1] بانسری [2] بانسوں کا جھنڈ [3] وہ سینہ جو جدائی میں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہو [4] بالکل
[5] آنکھ و کان [6] جسم [7] ہمیشہ رونے والی [8] بغیر ہونٹ اور دانتوں کے۔

ذکر کرتی ہیں ترا بے دردِ سر | بولتی ہنستی فرشتوں سے مگر
بند آنکھوں سے یہ عالم دیکھتی | اور بے ہاتھوں کے باں گل[1] توڑتی
بن گئی بحرِ عسل[2] میں غوطہ زن[3] | چشمۂ ایوب سے نکھرا بدن
حضرت ایوب جس سے سر بسر | بن گئے تھے صاف جوں نورِ سحر
آسماں دس حصّے بڑھ جاتے اگر | تب بھی اس عالم سے ہوگا تنگ تر
مثنوی بن جاتے گرچہ آسماں | نصف حصّہ بھی نہ ہو اُس کا بیاں
گو زمین و آسمان اعلیٰ بنے | دِل کے ٹکڑے ان کی تنگی نے کئے
یہ جہاں جو خواب میں آیا نظر | اُس نے کھولے بندِ غم سے میرے پر
اس جہاں کی راہ گر ہوتی عیاں[4] | کوئی بھی رہتا نہ اک لحظہ[5] یہاں
روح کہتی تھی خوشی میں ٹھہر جا | دیکھ یہ احسان و رحمت کی فضا
حکم آیا فائدہ کیا حرص سے | پیر کا کانٹا جو نِکلا، راہ لے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے قاتل سے چشم پوشی کرنے کا قِصّہ

بولے دُشمن کو ہوں ہر دم دیکھتا | پر نہیں کرتا کبھی غُصّہ ذرا
موت مثلِ رُوح ہے میری شفیق | اُس جہاں کی زندگی کی ہے رفیق
موت ہے بے موت کے مجھ کو روا | بے سرو سامانیاں ساماں مرا

---

[1] پھول [2] شہد کے سمندر میں [3] ڈوبی ہوئی [4] نمایاں [5] ایک لمحہ

جب ہوئیں محتاجیاں ساماں ترا — پائی تو نے روحِ مُلکِ باقا[1]

ہے بظاہر موت باطن میں حیات — ہے بظاہر ابتری باطن ثبات[2]

جیسے بچہ پیٹ سے باہر چلا — اس نے یاں پائی نئی نشو ونما[3]

موت سے ہے جس کی جاں کو کچھ خطر — اس کو آخر تہلکہ کی کیا خبر

موت سے جب عشق والفت ہے مجھے — تہلکہ سے مجھ کو بچنا چاہیئے

روک تو ہوتی ہے میٹھی چیز سے — ٹوک کب ہوتی ہے کڑوی کے لیے

موت میرے حق میں اک میٹھا ہے پھل — ہے حیاتِ جاوداں[4] مجھ کو اجل[5]

قتل کر ڈالو مجھے اے مہرباں — قتل ہے میری حیاتِ جاوداں

موت ہے میری حیات اے یارِ من — کیوں رہے کب تک رہے ہجرِ وطن

موت ہوتی گر نہ آرام وسکون — تو نہ کہتا رب کہو تم راجعون[6]

ہے وہی راجع[7] جو لوٹے شہر کو — سوئے وحدت چھوڑ ہجرِ دہر کو[8]

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ

بولے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن دنوں تھا میں جواں — موت ہی سمجھوں تھا میں ترکِ جہاں

موت کے منہ میں کوئی جاتا نہیں — اور برہنہ سوئے[9] مار آتا نہیں

---

[1] ہمیشہ قائم رہنے والے ملک کی روح [2] ظاہری طور پر حال خراب ہے لیکن باطنی طور پر مستحکم ومضبوط [3] پرورش
[4] ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی [5] موت [6] اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔
[7] لوٹنے والا [8] اللہ کے لئے ساری دُنیا چھوڑ دو۔ [9] سانپ کی طرف

لیکن اب نورِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میاں مجھ پہ کچھ غالب نہیں فانی جہاں
خیمہ گاہِ شاہ حس سے دور ہے نورِ حق سے فوج سب معمور[1] ہے
نور سے بھرپور ہر خیمہ طناب اس کا احسان کر دیا سب دور خواب
موت کو سمجھا ہے جو فوزِ عظیم[2] جلد آجا اس کو کہتا ہے کریم
مرگ بینو[3] اتن ذرہ سے لو سنوار حشر بینو! جلد دوڑو سوئے یار

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوشی سے انتقال فرمانے کا قصہ

جب مرض سے ہو گئے لاغر[4] بلال مردنی چھائی ہوئی چہرہ نڈھال
دیکھ کر بولیں یہ بی بی ہے غضب بولے وہ حضرت نہیں یہ ہے طرب[5]
اب تلک تھا قیدی جنگِ حیات تجھ کو کیا معلوم یہ عیشِ ممات
ان جوابوں میں جو وہ خوش ذات تھا لالہ و گلِ رخ سے اس کے مات تھا
روشنی چہرہ کی اور آنکھوں کا نور اس کی باتوں کے تھے شاہد پر ضرور
بولیں یوں بی بی۔ فراق اے خوشخصال[6] آپ یوں بولے نہیں یہ ہے وصال
بولیں وہ رہگیر غربت ہو چلے اقربا سے اپنے رخصت ہو چلے

---

[1] بھرپور [2] بڑی کامیابی [3] موت کے دیکھنے والو
[4] کمزور [5] خوشی [6] اچھی خصلتوں والا

بولے وہ حضرت نہیں اے جانِ من
روح غربت سے چلی سوئے وطن

بولیں وہ کیا حالتِ حسرت ہے یہ
آپ بولے جانِ من دولت ہے یہ

بولیں وہ میں تم کو دیکھوں گی کہاں؟
آپ بولے عرشِ رب کے درمیان

مثلِ آدم یاں ہوا تھا مُبتلا
لیکن اب ہر سو ہے میرا سلسلہ

میں کنویں جیسے جہاں میں تھا گدا[1]
اب ہوں سُلطان[2] قصرِ سُلطانی[3] مِلا

قصر سے ہوتا ہے جیسے اُنسِ[4] شاہ
قبر ہے مردہ کا محلِ عزّ و جاہ

ایک عاشق کا ملامت کرنے والے کو جواب دینے کا قِصّہ

بولا عاشق ناصحا کب تک یہ پندؔ[5]
ختم کر بس عشق ہے اک سخت بند

قتل ہونے سے مجھے تو مت ڈرا
میں بہت تشنہ[6] ہوں اپنے خُون کا

عاشقوں کو عشق میں ہر دم ہے موت
عاشقوں کو ہے کہاں اک طور فوت

نور حق کرتا ہے بیحد جاں عطا
اور وہ کرتا ہے اُن سب کو فِدا[7]

ایک کی لیتا ہے دس وہ زود رس
پڑھ لے قرآن میں ہیں ایک نیکی کی دس

قتل کر دے گر مجھے وہ مہرباں
وجد میں قربان کروں میں اس پہ جان

درحقیقت موت ہے یہ زندگی
اس سے جب چھوٹا تو ہے پائندگی

---

[1] فقیر [2] بادشاہ [3] شاہی محل [4] بادشاہ کو تعلق [5] نصیحت
[6] پیاسا [7] قربان

قتل کر دو قتل مجھ کو مہرباں قتل ہے میری حیاتِ جاوداں
اے سراپا نور۔ اے جان بقا جذب کرلے دِل کو دکھلا دے بقا
اس کی الفت میں جلے جان و جگر اس کے چلنے کو ہیں آنکھیں رہگزر

حُبِّ وطن کی تشریح

اے مسافر کر مسافر سے صلاح تا نہ روکے راہ زن راہ فلاح[1]
مت ٹھہر مت ترک کر حُبِّ وطن اُس وطن میں جاں ہے یاں ہے صرف تن[2]
گر وطن چاہے تو پر لے پار ہو اس حدیث حق سے مت بیزار ہو
معنیٔ حُبِّ الوطن یوں ہے صحیح تو وطن پہچان لے مردِ فصیح

---

[1] کامیابی کا راستہ [2] جسم

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ، ایک دِن قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دِن
مُنہ خدا کو ہے دکھانا ، ایک دِن اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دِن

ایک دِن مرنا ہے ، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے ، آخر موت ہے

سب کے سب ہیں راہ رَوِ[1] کوئے[2] فنا جا رہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے[3] فنا آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

ایک دِن مرنا ہے ، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے ، آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] چلنے والا مسافر [2] گلی ، محلہ [3] ندی

آخرت کے شوق کے لئے دُعا

اِس کتاب میں یہاں تک جو حدیثیں آخرت کو یاد رکھنے کے لیے لکھی گئیں اور آخر میں جو قصّے اور نظمیں آخرت کو یاد دلانے اور یاد کو دھرانے کے لیے لکھی گئیں یہ سب تدبیریں اور ذرائع ہیں وطن اصلی (آخرت) کا شوق اور آخرت کی بھلائی بدرجہ کمال[1] حاصل کرنے کے لیکن یہ بھی مُسلم[2] ہے کہ تدبیروں اور ذرائع کا موجود ہونا اور ان پر نتیجہ کا پیدا ہونا ان سب کا اصلی سبب خالقِ اسباب (حق تعالےٰ) کا چاہنا اور فضل ہے جیسا کہ مولانا رومی کچھ تدبیریں اصلاحِ باطن کے متعلق بیان کرکے فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کہہ دیا سب کچھ مگر آخر ہے یہ
بے خدا کے فضل کے وہ ہے نہ یہ

اس لیے ضروری اور سخت ضروری ہے کہ تدبیروں اور ذرائع کو اختیار کرنے کے بعد ان ہی پر بس نہ کرے بلکہ حق تعالےٰ سے دُعا بھی کرے کہ ہمارے اس کام میں مدد فرمائیے:

لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ یہاں اخیر میں کچھ دُعائیں بھی جو اس کتاب کے مضمون کے مُناسب ہیں مناجاتِ مقبول میں سے نقل کر دی جاویں تاکہ

---

[1] کامل درجہ میں [2] یہ اصول بھی طے شدہ ہے۔

کتاب کے مضمونوں کے ساتھ ان دعاؤں کو بھی حق تعالےٰ کی جناب میں عرض کیا کریں اور چونکہ شوق کی دُعا میں معنی کا سمجھنا بہت کچھ اثر رکھتا ہے اس واسطے ساتھ مُناجاتِ مقبول ہی سے اُن دعاؤں کا ترجمہ بھی لکھ دیا ہے۔

اب پڑھنے والوں کو اختیار رہے چاہے اصل عربی کی دعاؤں کو پڑھیں چاہے اُردو ترجمہ کو یا دونوں کو ساتھ، غرض ہر طرح حاصل ہے۔ اصل مطلب[1] میں کسی عبارت کی تخصیص نہیں اگرچہ الفاظِ حدیث میں جو ایک زائد فضیلت ہے اس کا انکار بھی صحیح نہیں مولانا رومی نے ایسے ہی موقع پر کیا خوب کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

فارسی سے عربی اچھی ہے ضرور ۔۔۔ کہیئے لیکن فارسی ہی اے حضور!

عشق کو فارسی عربی سے کیا ۔۔۔ عشق خود ہے سو زبانیں بولتا

مہکتی خوشبو ہے اس دلبر کی جب ۔۔۔ یہ زبانیں گنگ رہ جاتی ہیں سب

مجموعۂ مناجاتِ مقبولؒ سے چند مفید دُعائیں

مع اصل عربی اور نظم اُردو کے

❁ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ

---

[1] اصل مطلب تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے وہ عربی، اردو دونوں میں حاصل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ نَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَّا تَنْقَطِعُ وَالرِّضَاءَ بِالْقَضَآءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ مِنْ غَيْرِ ضَرَّآءٍ مُّضِرَّةٍ وَّفِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ۔

اَللّٰهُمَّ لَقِّنِىْ حُجَّةَ الْاِيْمَانِ عِنْدَ الْمَمَاتِ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ وَاخْسَأْ شَيْطَانِىْ وَفُكَّ رِهَانِىْ وَثَقِّلْ مِيْزَانِىْ وَاجْعَلْنِىْ فِى النَّدِىِّ الْاَعْلٰى۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْفَوْزَ فِى الْقَضَآءِ وَنُزُلَ الشُّهَدَآءِ وَعَيْشَ السُّعَدَآءِ وَمُرَافَقَةَ الْاَنْبِيَآءِ وَالنَّظَرَ عَلَى الْاَعْدَآءِ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَآءِ اِلَىَّ وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَآءِ عِنْدِىْ وَاقْطَعْ عَنِّىْ حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلٰى لِقَآئِكَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْيُنَ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَيْنِىْ مِنْ عِبَادَتِكَ۔

❁ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔

❁ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔

❁ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ فِي الْقَبْرِ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

اے خدائے خالقِ ارض و سما[1] — اے خدا اے مالکِ روزِ جزا

ہے تو ہی دنیا میں میرا کارساز[2] — اور تو ہی آخرت کا کارساز

موت دے یارب مجھے اسلام پر — اور مجھ کو صالحوں کے ساتھ کر

دے وہ ٹھنڈک آنکھ میں اے ذوالجلال — اور وہ نعمت دے نہ ہو جس کو زوال

رکھ رضامند اپنی خواہش پر مجھے — کر نہ دے حرص و ہوا مضطر[3] مجھے

بعد مرنے کے مجھے راحت ملے — اور تیرے دیدار کی لذت ملے

کر عطا اپنا مجھے شوقِ لقا[4]

دین و دنیا کی خرابی سے بچا

اور دلیل ایمان کی دل کو مرے — یا الٰہی مرتے دم سکھلا تو دے

---

[1] زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا [2] کام بنانے والا [3] ایسی خواہشات اور لالچ سے بچا کہ جو مجھے بیقرار کر دیں۔ [4] ملاقات کا شوق۔

مغفرت میری کر اَے ربِ غفور | اور کر دے مجھ سے تو شیطان کو دُور
مُجھ سے ہر ایک بند میرا دے چھڑا | کر مجھے قیدِ معاصی سے رہا
پلّہ میری نیکیوں کا اور ثواب | کر دے بھاری اور بڑھا روزِ حساب
طبقۂ اعلیٰ میں دے مجھ کو جگہ | مجلسِ بالا میں دے مجھ کو جگہ
چاہتا ہوں میں یہ تیرے فضل سے | کامیابی میری قسمت میں ملے
اور شہیدوں کی طرح اے مستعان[1] | کر مجھے اپنا معزّز مہمان
خوش نصیبوں کا سا مجھ کو عیش دے | زندگی میری فراغت سے کٹے
اور مجھے پیغمبروں کے ساتھ کر | دشمنوں پر دے مجھے فتح و ظفر
تو ہی سن لیتا ہے بندوں کی دُعا | کر لے مقبول اے خدا میری دُعا
عیش تو یارب ہے عیشِ آخرت | دے مجھے وہ عیش اور کر مغفرت
دے مجھے اپنی محبت اس قدر | ہر محبّت سے یہی ہو بیشتر[2]
اور محبت ہی سے تیرے اے غنی | سب سے بڑھ کر ہو مجھے دل بستگی
دے مجھے خوف اپنا سب سے بیشتر | سب سے بڑھ کر ہو مجھے تیرا ہی ڈر
تیرے ملنے کا ہو شوق اتنا مجھے! | کر دے جو دُنیا سے بے پروا مجھے
اور ہیں دُنیا کی جتنی حاجتیں | بھول بیٹھوں سب کو میں اس شوق میں
جس طرح دُنیا سے دُنیا دار کی | ٹھنڈی کرتا ہے تو آنکھیں اے غنی
کر مری آنکھوں کو بھی ٹھنڈک عطا | بندگی سے اپنی اے ربُّ العُلا[3]

---

[1] جس سے مدد چاہی جاتی ہے [2] زیادہ [3] اے بُلندیوں والے رب

موت کی سختی میں اور سکرات میں — جب لگا رہتا ہے شیطان[1] گھات میں

ہو الٰہی تو مددگار و معین — مجھ پہ غالب ہو نہ جائے وہ لعیں

کُل گناہوں سے مرے تو درگذر — اور مجھ پر رحم اے رحمٰن کر

طبقۂ اعلیٰ میں جو بندے ترے — تیرے سب بندوں میں ہیں خاص اور چُنے

مجھ کو بھی یارب ہو ساتھ ان کا نصیب — ان سے کر دے اے خدا مجھ کو قریب

مرتے دم اور قبر میں وقتِ سوال — حسبی اللہ بس ہے فضل ذوالجلال

تولے جائیں گے عمل میزاں میں جب — پُل[2] پہ جب چلنے لگیں گے لوگ سب

ہر جگہ ہر حال میں اور ہر نفس — حَسْبِیَ اللّٰہ[3] ہے مجھے اللہ بس

ہے وہی معبودِ برحق اور خُدا — اور اسی پر بس بھروسا ہے میرا

اور وہی ہے صاحبِ عرشِ عظیم — ہے وہی غفار و ستّار و حلیم[4]

قَدْ تَمَّ مَا اَرَدْنَاہُ بِتَوْفِیْقِہٖ تَعَالٰی لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ النَّبَوِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی صَاحِبِہٖ وَسَلَّمَ سنہ ۱۳۲۷ھ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ[5]

---

[1] شیطان مردود [2] پُل صراط پر سے جب لوگ گذریں گے [3] اللہ ہی کافی ہے [4] مغفرت کرنے والا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا بُردبار۔ [5] الحمد للہ کہ جن باتوں کے لکھنے کا میں نے ارادہ کیا تھا وہ اللہ کی توفیق سے شبِ معراج ۲۷ رجب ۱۳۲۷ھ کو مکمل ہوگئیں

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی، ویسی بھرنی ہے ضرور

عمر یہ اِک دِن گذرنی ہے ضرور — قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے

کرلے، جو کرنا ہے، آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظوں میں سے انتخاب کیے ہوئے بعض وہ مضامین جو شوقِ وطن کے مناسب ہیں مع وعظ کے نام کے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ [1]

ترجمہ: اور تمام فیصلے ٹھیک کیے جاویں گے اور کسی کا حق نہیں مارا جاوے گا۔

یعنی یہ نہیں ہوگا کہ کسی نے کوئی نیکی ذرا سی بھی کی ہو اور وہ نامۂ اعمال میں نہ ہو یا کوئی برائی کسی نے نہ کی ہو اور وہ نامۂ اعمال میں درج کر دی ہو بلکہ بمقتضائے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ [2] ایسا ہوگا کہ ایک نیکی انسان نے نہ کی ہو اور نامۂ اعمال میں درج ہو[3]۔ وہاں داد و دہش اور انعامات بہت ہوں گے بات بات پر رحمت ہوگی بعضوں کی بخشش صرف اتنی سی بات پر ہو جاوے گی کہ راستہ سے انھوں نے ایک کانٹا ہٹا دیا تھا ایک عورت کی بخشش اس بات پر ہو جاوے گی کہ اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ کنویں کے کنارے پر پیاس کے مارے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے اس کو رحم آیا اور اپنے چرمی موزے[4]

---

[1] سورۃ الزمر آیت ۶۹ [2] میری رحمت میرے غصہ سے بڑھ کر ہے۔ اس اصول کی وجہ سے۔

[3] مثلاً جن نیکیوں کا ارادہ کیا اور کرنے نہیں پائے یا اعمال بیماری یا سفر میں ناغہ ہوگئے یا اس کے مرنے کے بعد کسی کے بخشنے سے اعمال میں درج کر دیئے گئے ۱۲ محمد مصطفےٰ [4] چمڑے کے موزے

کو اس نے اپنی اوڑھنی[1] میں باندھ کر کنویں میں لٹکا کر پانی نکالا اور اس کو پلایا وہ عورت بدکار[2] تھی لیکن حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اس نے ہماری مخلوق پر رحم کیا ہے لہٰذا ہم اس پر رحم کرتے ہیں یہ دونوں قصّے حدیث میں آتے ہیں اور اور مکشوفات[3] تو ایسی بہت ہیں مثلاً ایک شخص کا قصّہ ہے کہ وہ نیکوکار اور پرہیزگار تھا اس کا انتقال ہو گیا۔ کسی نے خواب میں اس کو دیکھا پُوچھا کہیے کیا معاملہ ہوا؟ کہا یہاں مجاہدے اور ریاضتیں تو کچھ کام نہیں آئیں (مطلب یہ ہے کہ ان میں کسر[4] تھی اور وہ اس قابل نہ تھے کہ ان پر بخشش کا استحقاق سمجھا جاوے) یہ اس واسطے کہا گیا کہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ مُجاہدہ و ریاضت اور اعمال بیکار چیزیں ہیں یہ ضرور کام کی چیزیں ہیں۔ مگر ایسے اعمال کر کون سکتا ہے جو دربارِ خداوندی میں پیش کیے جاسکیں اس واسطے کہا ہے ؎

؎ بندہ وہی ہے کہ خدا کے حضور عجز کرے ہو کے سراپا قصور
ورنہ حقوق اس کے خدا ہونے کے کون ہے وہ جو کہ اَدا کر سکے؟

غرض اس نے کہا مجاہدے ریاضت تو کچھ کام نہیں آئے مگر حکم ہوا کہ جاؤ تم نے ایک بلی کے بچّہ پر رحم کیا تھا کہ وہ سردی سے کانپ رہا تھا تم نے اس کو لحاف میں لے لیا جاؤ تم کو ہم نے اس کے عوض میں بخشا آدمی کبھی کسی ادنیٰ سے عمل کو بھی حقیر نہ سمجھے کیا خبر کس عمل کو حق تعالےٰ قبول فرمالیں؟ اور بخش دیں حدیث میں ہے۔

---

[1] دوپٹہ میں [2] فاحشہ [3] اور بزرگوں کو بذریعہ کشف تو ایسی بہت سی باتوں کا علم ہوا ہے۔ [4] کمی تھی۔

يَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَسْتَحْقِرِيْ طَاعَةً اَوْ نَحْوَهُ۔

یعنی اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھو۔

الحاصل وہاں بات بات پر رحمت کا بہانہ ہو گا۔ ہاں یہ نہ ہو گا کہ بلا[1] کچھ کئے کسی کو پکڑ لیا جاوے۔ یہ معنی ہیں وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ کے یعنی کسی کا حق مارا نہیں جاوے گا۔ (السوق لاہل الشوق صفحہ ۴۶)

---

[1] بغیر کچھ کئے۔

بہر غفلت یہ تری ہستی نہیں   دیکھ! جنّت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دُنیا ہے یہ بستی نہیں   جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر   مال حاصل کر، نہ پیدا نام کر
یاد حق دُنیا میں صُبح و شام کر   جس لِئے آیا ہے تو، وہ کام کر

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث   زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دِل کا دُنیا سے لگانا ہے عبث   رہ گذر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

معاملات جزا تین قسم کے ہوسکتے ہیں
ظلم، عدل اور رحمت

ظلم یہ ہے کہ کسی کا حق مار لیا جاوے اور اس کی کی ہوئی نیکی کا اجر[1] نہ دیا جائے اور عدل یہ ہے کہ گناہوں کی سزا دی جائے اور نیکیوں کا اجر برابر سرابر دیا جائے اور رحمت یہ ہے کہ گناہوں کو نظر انداز کیا جائے اور نیکیوں کا اجر بڑھا دیا جائے۔ حق تعالیٰ بندوں پر ظلم تو کیا کرتے عدل کا برتاؤ بھی نہیں کریں گے بلکہ بہت سے گناہوں کو عفو[2] فرما دیں گے اور نیکیوں کا ثواب قانون سے بہت زیادہ دیں گے کہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر تو ضرور ہی ہوگی بلکہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین کے ساتھ یہ برتاؤ ہوگا کہ ان کو بعض وہ نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی ملیں گی جو انھوں نے کی بھی نہیں تھیں اور گناہوں کی بعض کے ساتھ یہ حالت ہوگی کہ اوّل بندہ کے سامنے چھوٹے گناہ پیش کئے جاویں گے اور بڑے پیش بھی نہیں کئے جائیں گے پھر ان چھوٹوں کی نسبت بھی یہ حکم ہوگا کہ ان کو معاف کردو اور ان کو نیکی سے بدل دو۔ اب کیا ہے اس وقت یہ حالت ہوگی کہ یا تو ڈر رہا تھا کہ کہیں بڑے گناہ پیش نہ ہوں اور یا جب گناہوں کے عوض نیکیاں ملتی دیکھی تو خود کہے گا کہ میں نے تو اور بھی بہت بڑے بڑے گناہ کئے تھے۔

---

[1] بدلہ [2] معاف فرما دیں گے۔

وہ کہاں ہیں؟ ان کو مجھ پر کیوں نہیں ظاہر کیا گیا؟ اور اس سے غرض یہ ہوگی کہ جب چھوٹے گناہوں کی جگہ یہ نیکیاں ملی ہیں تو بڑے گناہوں پر ان سے بڑی نیکیاں ملیں گی۔ اسی امید میں بے ساختہ کہنے لگے گا کہ میرے بڑے گناہ کہاں گئے؟

سُبحان اللہ کچھ حد ہے رحمت کی؟

اور یہ بھی ہوگا کہ بعضے گناہ وہ ہوں گے جو بندہ نے کئے تھے لیکن وہ نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے نہ ہوں گے۔ پہلی قسم تو وہ تھی کہ گناہ نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے تھے مگر پیش نہیں کئے گئے اور یہ قسم وہ ہے کہ گناہ نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے ہی نہیں ہیں یہ وہ گناہ ہیں جن سے توبہ کرلی گئی ہے اور اہل سُنّت کی تحقیق تو یہ ہے کہ بلا توبہ بھی عفو[1] ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی گُناہ سے توبہ بھی نہ کی ہو اور حق تعالےٰ نے محض اپنی طرف سے اس کو مُعاف کردیا ہو۔ غرض کس قدر رحمت ہے کہ بہت سے گناہ جو کئے گئے تھے وہ نامۂ اعمال میں نہ ہوں گے اور بہت سی نیکیاں جن کو بندہ نے کیا بھی نہیں وہ نامۂ اعمال میں موجود ہوں گی یہ شان رحمت ہے جو عدل سے بالاتر ہے اور ظلم کا تو ذکر ہی کیا۔ (السوق لاہل الشوق صفحہ ۴۹)

جنّت مشتاق ہوگی اہلِ جنّت کی، جیسے کوئی بڑا عزیز مہمان گویا کسی کا بچّہ مدت کے بعد دور دراز سے آوے تو اس کے لینے کے لیے ماں گود پھیلائے بیٹھی ہوتی ہے تو جیسے جنتی مشتاق ہیں جنّت کے جنّت بھی ان کی

---

[1] معافی ہوسکتی ہے

مشتاق ہے اور اس میں جو کچھ خدم وحشم حور و غلمان[1] ہیں وہ سب بھی مشتاق ہیں۔ یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے۔ یہ تو اہلِ جنت کے لئے لذتِ جسمانی ہوئی کہ ایک قول پر دروازے بند ہوں گے اور سیر کرتے ہوئے اور باہر کی آرائش دیکھتے ہوئے اطمینان کے ساتھ جاویں گے پھر ایک دم دروازے کھول دیئے جاویں گے یا دوسرے قول پر دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور جنّت اور مافیہا ان کی مشتاق ہوں گی آگے لذت روحانی کا بیان ہے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور کہیں گے ان سے وہاں کے کارکن یعنی فرشتے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ[2] یہ اکرام ہے ان کا اور اظہارِ عظمت ہے کہ فرشتے ان کو سلام کریں گے اور مبارک باد دیں گے کہ تم اچھے رہے اب چین کرو اور جنّت میں چلو ہمیشہ کے لیے کیسی خوشی کا وقت ہے؟ اہلِ جنّت جوش میں آکر کہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ حق تعالےٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا ایمان لانے پر ہم سے جنّت کا وعدہ کیا تھا سو اس کو کر کے دکھا دیا۔ (السوق لاہل الشوق صفحہ ۸۰)

وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ مالک بنا دیا ہم کو زمین کا یعنی جنّت کی زمین کا جیسا کہ آگے تصریح موجود ہے اور کسی خاص حصّہ کا مالک نہیں بنایا بلکہ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ جنّت میں سے جہاں ہم چاہیں جگہ لے سکتے ہیں یہ آزادی ہوگی کہ جہاں جس کا جی چاہے گا وہاں پہنچ جائے گا۔

---

[1] نوکر چاکر حوریں اور خدمت گذار بچے۔ [2] سورۃ الزمر آیت ۷۳

ایسا نہ ہوگا جیسے کوئی نظر بند ہوتا ہے کہ کسی ایک باغ میں یا ایک شہر میں رہتا ہے کہ اس سے باہر نہیں جا سکتا اہلِ جنّت کے لیے کوئی حد نہ ہوگی بے قید کھلے آزاد ہوں گے۔ جہاں چاہیں جائیں جو چاہے کریں۔ دوستوں سے ملیں، تہہ خانہ میں رہیں، دیواروں سے لپٹیں، چھت پر چڑھیں، غرض کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہوگی کسی بات سے دل مارنا نہ پڑے گا[1] عجب لطف ہوگا بقول مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹی سی خدائی ہوگی۔ چھوٹی سی کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی خدائی میں تو سب کچھ اختیار اور ارادہ سے ہوتا ہے اور اس میں ان کے اختیار سے تو کچھ نہ ہوگا مگر مرضی کے موافق سب کچھ ہو جاوے گا یعنی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا فوراً حق تعالیٰ اس کو حکم دیں گے اور وہ ہو جاتے گی یہی معنی ہیں اس آیت کے لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ[2] (ترجمہ) تمھارے واسطے اے اہلِ جنّت، جنّت میں وہ ہے جس کو تمھارا دل چاہے اور جس سے آنکھیں لذت پائیں۔ ما کا لفظ عام ہے تو جو کچھ کسی کا جی چاہے تو وہی ہوگا مثلاً چھت دار مکان میں بیٹھے ہیں اور دل چاہا کہ چھت نہ رہے تو چھت فوراً ہٹ جاوے گی[3] یا میدان میں ہیں اور جی چاہا کہ اس جگہ چھت دار مکان ہوتا تو فوراً خدائے تعالیٰ کے حکم سے ایک آن میں جیسا مکان خیال میں آیا تھا ویسا ہی موجود ہو جاتے

---

[1] ایسا نہیں ہوتا کہ کسی بات کو دل چاہے اور وہ پوری نہ ہو۔ [2] سورہ الزخرف آیت ۷۱

[3] آج کل مسجد نبوی کی جدید تعمیر میں اس کی نظیر دیکھی جا سکتی ہے کہ پوری کی پوری چھت منتقل ہو جاتی ہے اور آسمان نظر آنے لگتا ہے۔

گا اور جی چاہا کہ سائبان نہ رہے تو فوراً ہٹ جاوے گا۔ ایک پرند خوبصورت درخت پر بیٹھا ہے جی چاہا کہ اس کے کباب کھاتے، بس یہ خیال آنا تھا اور وہ کباب بن کر قاب[1] میں تیار ہو کر سامنے آگیا مزے سے کھائے لطف یہ ہے کہ یہاں کباب کھائے گئے اور ادھر دیکھتے ہیں کہ وہی پرند بزرگوار بیٹھے چہچہا رہے ہیں۔ جنّت کی ہوا میں حیات ہے جیسے عرفی نے کشمیر کی تعریف میں ایک شعر کہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے ؎

؎ مرغ بریاں[2] بھی جو کشمیر میں آجاتا ہے
وہ بھی اک بار جنم دوسرا پا جاتا ہے

یہ کشمیر کے بارے میں تو مبالغہ ہے اور جنّت کے بارے میں حقیقت ہے قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے یعنی اس کے میوے ہمیشہ رہنے والے اور غیر فانی ہیں میوہ درخت سے ٹوٹ کر آنے کے بعد کھا لیا جائے گا اور درخت پر پختہ موجود رہے گا۔ اس پر ایک معقولی صاحب نے اعتراض کیا کہ جب وہ کھا لیا گیا تو فنا ہو گیا پھر دوام کہاں رہا؟ میں نے کہا دوام نوعی[3] مراد ہے نہ کہ شخصی یعنی جس کو کھایا وہی نہیں رہے گا بلکہ اسی جنس کا دوسرا اس کی جگہ فوراً پیدا ہو جائے گا تو دوام صحیح رہا غرض جو چاہیں گے فوراً موجود ہو جائے گا۔ دھوپ چاہیں تو دھوپ ہو جائے گی، سایہ ہٹ جائے گا اس سے مُراد دُنیا کی سی دھوپ نہیں جس سے تکلیف ہو بلکہ وہاں کی سی دھوپ جو جنّت کے لائق ہے جس سے تکلیف بالکل نہ ہو یہ اس واسطے کہہ دیا کہ شاید کوئی اعتراض

---

[1] تھال میں تیار ہو کر [2] بھنا ہوا مُرغ [3] اس کی قسم کا باقی رہنا مُراد ہے

کرے کہ قرآن میں تو صاف موجود ہے لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا[1] یعنی اہلِ جنّت جنّت میں نہ دھوپ پائیں گے اور نہ سردی اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں دھوپ نہ ہوگی اور میں نے کہا کہ کوئی دھوپ کو چاہے تو جنّت میں دھوپ بھی ہو جائے گی مطلب یہ ہے کہ ایسی دھوپ نہ ہوگی جس سے تکلیف ہو، زمہریر کے مقابلہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ زمہریر سخت سردی کو کہتے ہیں، تو مطلب یہ ہوا کہ وہاں نہ ایسی چھاں ہوگی جس سے سردی لگے اور نہ ایسی دھوپ ہوگی جس سے گرمی لگے پس ایسی دھوپ کا ہونا جو موجب تکلیف نہ ہو اس آیت کے خلاف نہ ہوا اور وہ بھی ہر وقت نہیں بلکہ اگر کسی کا جی[2] دھوپ کو چاہے تو ہو جائے گی بعضوں کا دل چاہے گا کہ ہمارے بیٹا ہوتا (ہائے کوئی بے اولاد ہوگا) یہ بھی ہو جائے گا، وہاں کیا دیر لگتی ہے؟ فوراً تیار پلا پلایا برابر کا فرزند موجود کسی کا کھیتی کو دِل چاہے تو آناً فاناً[3] میں کھیتی تیار اور غلّہ گھایا ہوا صاف شدہ سامنے آکر ڈھیر ہو گیا۔ یہی سوال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے کیا گیا تو ایک شخص نے کہا کہ یہ کھیتی مانگنے والا کوئی انصاری ہوگا یہ اس واسطے کہا کہ انصار اہلِ زراعت تھے میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے سُنا ان کی نظر بہت وسیع تھی غالباً کسی روایت میں دیکھا ہوگا کہ جنّت میں یہ بھی ہوگا کہ ایک پھل ہاتھ میں لیا کھانے کے لیے اور اس میں ایک دم ایک حور نکل آئی اِلسّلام علیکم اس دیکھ کر طبیعت پھڑک گئی بعض میں سے ایک جوڑا پوشاک کا نکل آیا یہ بھی ایک حظّ[4] ہے کہ ایک نامعلوم چیز دفعۃً[5]

---

[1] سُورۃ الدھر آیت ۳ [2] دل [3] ایک لمحہ میں [4] لُطف ہے [5] اچانک

پیدا ہو جاوے۔ نعمت کے ملنے سے خوشی تو ہر طرح ہوتی ہے لیکن اگر اس طرح ملے کہ اس کا وہم و گمان بھی پہلے سے نہ ہو تو عجب حظ ہوتا ہے۔ ایک رئیس کا قصہ اپنے استاذ علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ ان کے یہاں دو قصباتی[1] مہمان آئے تو باورچی نے ان کے سامنے ناشتہ لا کر رکھا جس میں صرف ایک دستر خوان ڈیڑھ بالشت کا اور ایک چھوٹا پیالہ قورمہ کا اور ایک تشتری میٹھے چاول کی اور چار پتلی پتلی چپاتیاں[2] اس مختصر ناشتے کو دیکھ کر مہمانوں کا جی جل گیا اور دل میں کہا کہ یہ رئیس لوگ جیسے خود کم کھاتے ہیں جس کی وجہ دودھ گھی کی کثرت ہے ایسے ہی دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں۔ خیر جبراً قہراً وہ چاول اور چپاتیاں جھلا کر جلدی سے ختم کر دیں اور چپ ہو کر بیٹھ رہے خادم نے کہا حضرت نوش فرمایئے یہ اور جل گئے اور کہا کیا کھائیں؟ اس نے پیالہ کو اٹھا کر توڑ کے سامنے رکھ دیا۔ یہ نمکین بالائی جمائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس تشتری کے بھی ٹکڑے کر کے آگے رکھ دیئے وہ میٹھی بالائی تھی پھر دستر خوان اُٹھا کر ٹکڑے کر کے سامنے رکھ دیا کہ جناب ابھی تو بہت کھانا موجود ہے آپ گھبرایئے نہیں۔ یہ دستر خوان باقر خانی روٹی تھی پورا دستر خوان ان سے کھایا بھی نہ گیا اور پیٹ بھر گیا تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ دیکھئے اگر پہلے ان مہمانوں سے کہہ دیا جاتا کہ دستر خوان یہ ہے اور پیالہ یہ ہے تو اتنا حظ[3] نہ آتا جتنا کہ دفعۃً معلوم ہونے کے بعد کھانے سے ہوا اس سے ثابت ہوا کہ نعمت کا ایک غیر متوقع صورت اور نئے طریق سے نمودار ہونا باعث زیادتِ حظ کا ہوتا ہے اس کے واسطے

---

[1] قصبہ کے رہنے والے [2] روٹیاں [3] اتنا لطف

کوششیں کی جاتی ہیں اور روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان راجہ نے ایک مرتبہ لیفٹننٹ گورنر کے لیے کسی کاریگر سے ایک مٹھائی کا انار بنوایا۔ جس کی صورت بالکل انار کی سی تھی۔ دانے بھی ویسے ہی تھے چھلکا بھی ویسا ہی تھا مگر تھی سب مٹھائی۔ ایک انار کے بنوانے میں ڈیڑھ سو روپیہ خرچ ہوئے تھے۔ (دیکھئے خدا تعالیٰ کی نعمتیں کہ دو سو روپیہ میں ایک انار تیار ہوا اور پھر بھی نقلی کا نقلی کہ نہ اس میں دانہ اصلی جیسا نہ گٹھلی اصلی جیسی۔ بس صورت ہی صورت تھی اور خدا کے بناتے ہوئے اصلی انار جن کے برابر یہ دو سو روپیہ کا انار کبھی نہیں ہوسکتا پیسہ کے دو دو آتے ہیں۔ سبحان اللہ) اور ایک شخص نے بیان کیا کہ کسی دعوت میں ایک قاب[1] میں چنبیلی کے پھول لائے گئے کہ وہ حقیقت میں چاول پکے ہوئے تھے۔ کاریگر کی صنعت اور محنت دیکھئے کہ کوئی مصالحہ تیار کیا جس میں ایک ایک چاول کو آدھا آدھا ڈبو کر پکایا تھا۔ اس کے اثر سے وہ آدھا پھول کی طرح کھل گیا اور آدھا ڈنڈی کی طرح رہ گیا۔ اور بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ قاب چنبیلی کے پھولوں سے بھری ہوتی ہے۔ پھول اٹھانے کے لیے ہاتھ ڈالا گیا تو معلوم ہوا کہ چاول ہیں اور کھانے کی چیز ہے۔ دیکھئے کتنا بکھیڑا کیا گیا صرف اس واسطے کہ نیا حظ حاصل ہو۔ اسی طرح جنت میں طرح طرح سے نئے حظ حاصل ہوں گے پھل میں سے کوئی پرند خوش الحان[2] نکل آیا یا کوئی حور نکل آئی تا کہ اہل جنت کو ایک جدید حظ حاصل ہو۔ سبحان اللہ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ[3] (ترجمہ) ہم جنت میں جہاں چاہیں پھریں اور جہاں

---

[1] تھالی میں [2] خوش آواز پرندہ [3] سورہ الزمر آیت ۸۴

چاہیں رہیں کہیں روک ٹوک نہ ہو گی، بالکل مخلی بالطبع[1] ہوں گے۔ اس آزادی کا ترجمہ کسی مسخرہ نے آوارہ گردی کیا تھا۔ خیر لفظی ترجمہ تو برے عنوان سے یہ ہو سکتا ہے مگر یہ وہ آوارہ گردی نہیں ہے جو دنیا میں بری سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ آوارہ گردی دُنیا میں اس وجہ سے عیب ہے کہ مانع عن الکمالات[2] ہے۔ دُنیا میں ضرورت ہے انسان کو بہت سے کمالات حاصِل کرنے کی، پڑھنے لکھنے کی، صنعت و حرفت حاصِل کرنے کی، روپیہ کمانے کی، مکان بنانے کی، اولاد حاصِل کرنے کی، وغیرہ وغیرہ۔ اور ان سب کی تحصیل چاہتی ہے مشغولیت اور مصروفیت کو، جس سے آوارہ گردی مانع ہوتی ہے۔ لہٰذا عیب سمجھی جاتی ہے اور جنّت میں کوئی کمال حاصِل کرنا نہیں ہے وہاں ہر چیز کا ذمّہ حق تعالےٰ نے لیا ہے ہم کو کسی مصروفیت اور مشغولیت کی ضرورت نہیں، تو وہاں اِدھر اُدھر آزاد پھرنا جس کو آوارہ گردی سے تعبیر کیا تھا کسی کمال کی تحصیل میں مانع نہیں، بلکہ تمام کمالات کے حصول کا ثمرہ ہے کہ ہم ایسے فارغ ہیں کہ کسی کمال کی تحصیل باقی نہیں۔ پھر آزادی سے کیوں نہ پھریں؟ اس واسطے خوشی میں کہتے ہیں نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ اس میں یہ بھی داخِل ہے کہ اہلِ جنّت آپس میں احباب سے مِل سکیں گے۔ امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے جنّت کی اس وقت سے تمنّا ہو گئی جب سے سُنا ہے کہ وہاں دوستوں سے مُلاقات ہو سکے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوستوں سے مِلنا بڑی چیز ہے اور ایسی نعمت ہے جس کی وجہ سے جنّت کی تمنّا کی گئی۔ گویا جنّت ذریعہ ہے دوستوں سے

---

[1] طبعی طور پر آزاد [2] کمالات سے روکنے والی

ملنے کا تو دوستوں سے ملنا لذات جنت کا مکمل[1] ہوا مگر وہی دوست جو خدائی دوست ہیں فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ[2]۔ (ترجمہ) پس کیسا اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جنت اور مافیہا جو کچھ ملا ہے یہ سب عمل کی بدولت ملا ہے بڑی چیز عمل ہے جس سے آج کل غفلت ہے۔ (السوق لاہل الشوق صفحہ ۸۵)

ہر چیز وہاں کی دنیا کی چیزوں کی بہ نسبت بدرجہا اچھی ہے گو نام وہاں کی چیزوں کے دُنیا کی چیزوں کے سے ہیں مگر ان کو اُن سے کچھ نسبت ہی نہیں ملا۔ مثلاً آیا ہے فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ[3] یعنی جنت میں میوہ ہوں گے اور کھجور کے درخت ہوں گے اور انار ہوں گے اور آیا ہے۔ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ[4] یعنی پانی کی نہریں ہوں گی اور آیا ہے کہ دودھ کی نہریں ہوں گی اور شہد کی نہریں ہوں اور شراب کی نہریں ہوں گی نام ان سب چیزوں کے دُنیا ہی کی چیزوں کے سے ہیں مگر وہ چیزیں دُنیا کی سی نہیں ہیں نہ وہاں کا میوہ دُنیا کا سا میوہ ہے اور نہ وہاں کی کھجور دُنیا کی سی کھجور ہے اور نہ وہاں کا انار دُنیا کا سا انار ہے اور نہ وہاں کا پانی دُنیا کا سا پانی ہے۔ چنانچہ اس کی صفت فرماتی ہے۔

غَیْرِ اٰسِنٍ یعنی خراب نہ ہونے والا۔ دُنیا کا پانی تھوڑے عرصہ میں متغیر[5] ہوجاتا ہے اور وہ کبھی متغیر نہ ہوگا اور نہ وہاں کا دُودھ دُنیا کا سا دُودھ ہے۔

---

[1] جنت کی لذتوں کو مکمل کرنے والا [2] سورۃ زُمر آیت ۷۴ [3] سورۃ رحمٰن آیت ۶۸
[4] سورۃ محمدؐ آیت ۱۵ [5] خراب ہوجاتا ہے۔

چنانچہ فرمایا ہے وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ[1] یعنی اُس دُودھ کا مزہ نہ بدلا ہوگا دُنیا کا دُودھ باسی ہونے سے بھی خراب ہوجاتا ہے اور وہاں کا دودھ ہزاروں برس گذرنے سے بھی ویسا ہی رہے گا! اور نہ وہاں کی شراب دُنیا کی سی شراب ہے، وہاں کی شراب وہ ہے جس کو دُنیا میں کسی نے دیکھا ہی نہیں، دُنیا کی شراب ناپاک ہے اور بدمزہ ہے اور وہ شراب بدمزہ نہیں بلکہ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (مزہ کی چیز پینے والوں کے لیے)۔ اس کی صفت ہے اور طہور ہے طہور صیغہ مبالغہ کا ہے یعنی بہت پاک کرنے والی کہ سینہ اور روح کو پاک صاف کردے گی۔ دُنیا کی شراب نشہ لاتی ہے اور حواس اور عقل کو مکدّر[2] کرتی ہے اور وہ نشہ نہیں لاتی اور حواس اور عقل کو اور زیادہ صاف کرنے والی ہے۔ حق تعالےٰ نے اس کو صرف طاہر ہی نہیں فرمایا بلکہ طہور فرمایا بمعنی مطہر یعنی دوسری چیز کو بھی پاک کردینے والی، اس سے اُس کا خود طاہر ہونا بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگیا کیونکہ جو چیز دوسرے کو پاک کرتی ہے وہ خود ضرور پاک ہوگی غرض وہاں کی کسی چیز کو دنیا کی کسی چیز سے سوائے شرکتِ اسمی[3] کے کچھ نسبت نہیں جن پھلوں کے نام آتے ہیں دُنیا میں بھی گو وہ پھل موجود ہیں مگر وہاں کے پھلوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتے اسی طرح وہاں عورتیں بھی ہیں جن کو حورعین فرمایا گیا ہے، ایسی عورتیں اس عالم میں کہیں بھی موجود نہیں۔ غرض وہاں کی کسی چیز کو دُنیا کی کسی چیز سے کچھ مشابہت نہیں۔ یہاں ایک اور

---

[1] سُورۃ محمدؐ آیت ۱۵ [2] خراب کرتی ہے [3] سوائے نام میں شریک ہونے کے کہ نام ایسے ہی ہیں جیسے دُنیا کے پھلوں کے۔

مضمون ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ جنّت کی چیزوں کو دنیا کی چیزوں سے اچھا کہنے کے معنی یہ نہیں کہ چیزیں جنت میں وہی ہیں جو دُنیا میں ہیں مگر اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ جیسا دُنیا کی چیزوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔

ایک میلا پانی اور ایک صاف ستھرا چھنا ہوا پانی کہ حقیقت دونوں کی ایک ہے صرف وصف میں فرق ہے بلکہ اچھا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جنّت کی چیزوں کی حقیقت ہی دوسری ہے۔ اُس حقیقت کی چیز دنیا میں موجود ہی نہیں۔ رہا یہ کہ پھر اُن کا نام دنیا کی چیزوں کا کیوں ہے؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اور کوئی عنوان اُن سے تعبیر کرنے کا نہیں، اگر کوئی عنوان ہے تو یہی ہے جو دُنیا کی چیز کا ہے بایں معنی[1] کہ اگر اس سے کچھ مناسبت اور قرب ہے صورت یا کسی معنی کو تو فلاں چیز کو ہے، اس لحاظ سے اس کا نام اس کا سا رکھ دیا۔ مثلاً انار ایک چیز ہے جو دُنیا میں موجود ہے اور انار بھی وہ لیجئے جو سب سے بڑھیا ہو اور انار جنّت میں بھی موجود ہے جیسا کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے لیکن دونوں میں کچھ بھی علاقہ نہیں[2] سوائے اس کے کہ صورۃً ایک سے ہو جاویں۔ یہ مضمون ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ دُنیا اور جنت کی نعمتوں کا صرف نام ہی مشترک ہے ورنہ وہاں اور چیزیں ہیں جن کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ بلکہ یہ مضمون حدیث میں ہے وہ یہ ہے اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَّأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ یعنی فرماتے ہیں حق تعالےٰ کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی انسان کے دِل میں ان کا خیال آیا۔ معلوم ہوا

[1] اس معنی کے اعتبار سے [2] کچھ بھی نسبت نہیں۔

کہ وہاں کی چیزیں ایسی ہیں جو یہاں موجود نہیں ورنہ کوئی آنکھ تو دیکھتی اور نہ کبھی ہم سے پہلے زمانہ میں پیدا ہوتیں ورنہ ان کا ذکر تو کان سے سنتے بلکہ ان کو یہاں کی چیزوں سے اس قدر مغائرت[1] ہے کہ خیال بھی ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے معنی تو یہی ہوئے کہ وہاں کی چیزیں دُنیا سے علیحدہ ہی ہیں وہاں کا انار دُنیا کا سا انار نہیں ہے وہاں کی کھجور دُنیا کی سی کھجور نہیں ہے وہاں کا پانی دُنیا کا سا پانی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہاں کے انار کو دنیا کے پھلوں میں سے کسی پھل سے اگر کچھ مشابہت ہے تو انار سے ہے اس واسطے اس کو انار کہا گیا ورنہ وہ ایسی چیز ہے جس کی حقیقت بلا کھائے سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ عَلٰی ھٰذَا[2] پانی کا نام بھی آیا ہے اس معنی کو کہ اگر کسی چیز سے اس کو مشابہت ہے تو پانی سے ہے اس واسطے اس کو پانی فرما دیا۔ باقی خدا جانے کیا ہے حقیقت پینے سے ہی معلوم ہوگی۔ آیات میں بعض جگہ یہ مضمون بہت وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً وہاں کے برتنوں کی نسبت آیا ہے۔ کَانَتْ قَوَارِیْرَا۔ یعنی وہ برتن شفاف ہوں گے جیسے بلّور[3] کے برتن کہ ادھر کی چیز اُدھر سے نظر آئے گی اور اس سے آگے فرمایا ہے قَوَارِیْرَاْ مِنْ فِضَّۃٍ یعنی وہ شفاف برتن چاندی کے ہوں گے ان کو قَوَارِیْرَاْ بھی فرماتے ہیں اور فِضَّۃٍ بھی فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ برتن ہوں گے تو چاندی کے مگر شفاف ہوں گے مثل شیشہ کے تو شفاف چیز واقع میں چاندی کہاں ہوتی؟ دُنیا میں کونسی چاندی ایسی صاف ہے عمدہ سے عمدہ چاندی اینٹ کی مانی جاتی

---

[1] یہاں کی چیزوں کے وہ اس قدر خلاف ہیں کہ [2] اسی طرح [3] شیشے کے برتن

ہے مگر شفاف وہ بھی نہیں اور وہاں کی چاندی ایسی ہوگی جس میں نظر آر پار ہوجاتے گی اِس سے یہ ثابت ہوا کہ بس نام چاندی کا ہے اور حقیقت کچھ اور ہے چاندی اُس کو اس وجہ سے کہہ دیا ہے کہ دُنیا کے اگر کسی جسم سے اس کو مشابہت ہے تو چاندی کے ساتھ ہے اور مثلاً وہاں کی عورتیں جو حُور کہلاتی ہیں ان کا نام سُن کر خیال ہوتا ہے کہ دُنیا کی حسین عورتوں کی قسم سے ہوں گی خود دُنیا میں بھی ایک سے ایک حسین موجود ہے مگر حدیث میں جو ان کی صفات آتی ہیں ان کو سُننے سے معلوم ہوتا ہے کہ حور کسی اور نوع[1] سے ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر حورِعین کے کپڑے کا ایک کونہ دنیا میں لٹکا دیں تو اس کی روشنی سے سُورج اور چاند ماند ہوجائیں گے جس کے کپڑے کا یہ حُسن ہو اس کی ذات کا کیا حُسن ہوگا؟ اس کا حسن تو وہم وگمان سے باہر ہے۔ چنانچہ حدیث میں ان کے حُسن کی نسبت آیا ہے۔ یُرٰی مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَآئِهِنَّ یعنی ان کا جسم ایسا صاف شفاف ہوگا کہ کپڑوں کے اندر سے اور کھال کے اندر سے اور ہڈی کے اندر سے پنڈلی کا گودا نظر آوے گا۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ سچّی بات ہے کیونکہ حدیث میں آچکی ہے۔ قرآن حدیث میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ سچّی سچّی اور سیدھی باتیں بیان ہوتی ہیں۔ حور واقع میں ایسی ہی ہوگی۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہاں کے حالات میں اور یہاں کے حالات میں بڑا فرق ہے۔ وہاں کے حالات یہاں ذہن میں آہی نہیں سکتے اس واسطے کہ انکی کوئی نظیر کبھی نظر سے نہیں گزری۔ (الاسلام التحقیقی)

---

[1] قسم

جنّت میں شائبہ بھی کلفت[1] کا نہیں، جس بات کو دِل چاہے بلا تکلّف اور بلا محنت اور بلا کسی ذریعہ کے فوراً موجود ہے مثلاً ایک پرند سامنے بیٹھا ہے کِسی جنتی کا جی چاہا کہ اس کا کباب کھاتے، بس وہ فوراً کباب بن کر تیار ہو کر سامنے آگیا، نہ اس کے واسطے غلیل کی ضرورت، نہ بندوق کی، نہ ذبح کی، نہ کھال اتارنے کی، نہ پکانے کی، نہ گھی کی، نہ مصالحہ کی، بنا بنایا کباب سامنے آگیا یا مثلاً ایک مکان میں بیٹھے ہیں اور وہ مکان آراستہ و پیراستہ ہے، چھت اس کی مرصع ہے مگر جی چاہا کہ کھلا ہوا مکان ہوتا اس کے لیے آپ کو اس مکان سے اُٹھنے اور دوسرے مکان میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بھی ایک تکلیف ہے، وہاں یہ ہوگا کہ چھت غائب اور کھلا ہوا مکان موجود۔ قرآن شریف میں ہے۔ لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ یعنی جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کو اہلِ جنت کا جی چاہے۔ (التحقیقی)

[1] تکلیف

دفن خود صدہا کیے زیرِ زمین — پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقین
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں — کچھ تو عبرت چاہیئے نفسِ لعین[1]

ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو — زندگی جان حاصل، موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو — یاد رکھ ہر وقت، غافل موت کو

[1] قابلِ لعنت

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

رسالۂ خاتم بالخیر

ضمیمہ: بعد الحمد والصلوٰۃ احقر عبد المجید بچھر ایوانی عرض رسا ہے کہ رسالہ تسہیلِ شوقِ وطن کے دیباچہ سے واضح ہو گیا ہو گا کہ اصلی مقصود رسالہ مذکورہ کا حسنِ خاتمہ کے اسباب کا جمع کرنا ہے چونکہ اس مقصود میں بعض اوقات بعض شبہات بھی موجبِ پریشانی ہو کر مخل ہو جاتے ہیں جن میں ایک بڑا شبہ وہ ہے جس کے جواب میں حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالۂ خاتمہ بالخیر لکھا ہے اس لیے اشتراک فی المقصود[1] کے سبب مناسب معلوم ہوا کہ رسالہ تسہیلِ شوقِ وطن کے ساتھ رسالۂ خاتم بالخیر کی بھی اشاعت کر دی جائے چنانچہ اس کو اصل رسالہ کے اخیر میں ملحق کر دیا گیا۔ وھی ھذہ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[2]

رسالۂ خاتمہ بالخیر

مؤلفہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط نَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ عَلٰى مَا يَسَّرْتَ لَنَا اَسْبَابَ الْعِبَادَةِ وَنُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ عَلٰى مَا اَرْشَدَنَا اِلٰى

---

[1] مقصود میں مشترک ہونے کی وجہ سے [2] سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶

اَبْوَابِ السَّعَادَۃِ - بعد حمد و صلوٰۃ امرِ مطلوب البیان یہ ہے کہ ایک روز منبع الفضل مجمع الشرف[1] جناب مولوی محمد اشرف صاحب کانپوری سلمہم اللہ تعالیٰ عن الضیاع والتلف[2] اس نادان کے پاس احیاء العلوم لے کر تشریف لائے اور کتاب الخوف میں امام نے سوء خاتمہ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی ظاہرِ عبارت پر جو اشکال ہے اس کی تقریر فرمائی جس کے ضمن میں جانبین[3] سے مختلف سوال و جواب معرضِ بیان میں آئے بعد حصولِ اطمینان ارشاد فرمایا کہ اگر یہ تقریر قیدِ تحریر میں آجائے تو مجھ کو بھی اطمینانِ کامل ہو اور دوسروں کو بھی جن کو یہ اشکال پیش آیا ہوگا نفع حاصل ہوگا چونکہ مشورہ نیک تھا بنام خدا قلم اُٹھاتا ہوں اور شرح اُس مقام کی حیزِ تحریر[4] میں لاتا ہوں اس میں اولاً خلاصۂ تقریرِ امام ثانیاً تقریر اشکال ثالثاً تقریرِ جواب منقول[5] ہے اور مقاصدِ سہ گانہ کے لیے کل رسالہ کے تین فصول[6] ہیں فصل اوّل خلاصہ تقریر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں:۔ جاننا چاہیئے کہ سوء خاتمہ[7] کے دو مرتبہ ہیں جن میں ایک مرتبہ دوسرے سے زیادہ سخت ہے سو وہ مرتبہ عظیمہ ہولناک[8] یہ ہے کہ سکراتِ موت اور اس کی ہولین ظاہر ہونے کے وقت قلب پر شک یا انکار کا غلبہ ہو[9] جاوے اور اُسی حالت میں روح قبض ہو جاوے اور دوسرا مرتبہ جو اس سے ادنیٰ ہے

---

[1] فضائل کا سرچشمہ اور شرافتوں کے جامع [2] اللہ تعالیٰ ان کو ضائع اور ہلاک ہونے سے محفوظ رکھے۔

[3] دونوں طرف سے سوال جواب ہوتے۔ [4] ضبطِ تحریر [5] سب سے پہلے امام غزالی کی تقریر کا خلاصہ پھر اشکال پھر اس کا جواب لکھا ہے۔ [6] تینوں مقاصد حاصل کرنے کے لیے رسالہ کی تین فصلیں بنا دی ہیں۔ [7] بُرے انجام [8] خطرناک [9] جب انسان پر نزع کی کیفیت شروع ہو تو ایمان میں شک یا آخرت کا خوف غالب ہو۔

وہ یہ ہے کہ موت کے وقت اُمورِ دنیا میں سے کسی امر کی محبّت اور شہوات
دُنیا میں سے کوئی شہوت قلب پر غالب[1] ہو جاوے اور وہ اُس کے قلب
میں صورت پکڑ لے اور اس کو گھیر لے یہاں تک کہ اس حالت میں کسی
اور شئے کی گنجائش نہ رہے اور اتفاقاً اسی وقت اس کی روح قبض ہو جاوے
لیکن ہر گاہ کہ اصل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی محبّت مدت تک قلب میں راسخ[2] رہ
چکی ہے اور اعمالِ صالحہ سے اس کو پختگی ہو چکی ہے اس لیے یہ حالت جو مرتے
وقت عارضی طور پر پیش آگئی تھی قلب سے محو[3] ہو جاتی ہے۔ پس اگر اس
شخص کا ایمان قوۃ میں حدِ مثقال[4] تک ہے تو اس کو دوزخ سے بہت نزدیک
زمانہ میں نکال لے گا اور اگر اس سے بھی کم ہے تو وہ زمانہ دوزخ میں رہنے
کا طویل ہوگا لیکن دوزخ سے اس کو نکال ضرور لے گا گو ہزاروں سال بعد ہی
اگرچہ حبّہ[5] ہی کے برابر اس کا ایمان ہو اب سمجھنا چاہیئے کہ شک و انکار پر خاتمہ
کیوں ہوتا ہے سو اس کے دو سبب ہیں ایک سبب تو باوجود کمالِ ورع[6]
و زہد و درستی اعمال کے بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جیسا بدعتی زاہد اور مراد ہماری
بدعت سے یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات و افعال کے
باب میں خلافِ واقع اعتقاد کرے خواہ اپنی رائے اور عقل سے اور خواہ
کسی ایسے ہی شخص کی تقلید سے پس جس وقت موت کا قرب ہوتا ہے اور
ملک الموت کی شکل اس کو ظاہر ہوتی ہے اور اس سے قلب میں اضطراب[7]

---

[1] دُنیا کے کاموں میں سے کسی کام کی خواہش دل پر چھا جائے۔ [2] پختہ [3] مٹ جاتی ہے۔

[4] ذرہ بھر بھی ہے [5] ایک دانہ کے برابر ہو [6] کمال تقویٰ [7] دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے۔

پیدا ہوتا ہے اس حالتِ سکرات میں بعض اوقات اپنے عقائدِ جہلیہ کا باطل ہونا منکشف[1] ہوتا ہے کیونکہ موت کی حالت پردہ کھل جانے کی حالت ہے پس جب اس کے نزدیک اپنا وہ اعتقاد باطل ٹھہر گیا اور حالانکہ اس کو یقینی اور قطعی طور پر مانے ہوئے تھا اس وقت یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ جس قدر باتوں کا میں نے اعتقاد کر رکھا تھا وہ سب بے اصل ہیں پس اگر اتفاق سے اسی خطرہ میں اصل ایمان کی طرف رجوع اور ثبات[2] ہونے سے پہلے اس کی جان نکل گئی پس اس کا خاتمہ خراب ہو گیا اور اس کی جان معاذ اللہ شرک پر نکلی اور جس طرح آئندہ ہونے والے اُمور کبھی خواب میں منکشف[3] ہو جاتے ہیں، اسی طرح سکرات میں بعض اُمور منکشف ہو جاتے ہیں۔ رہ گیا دوسرا سبب سو وہ اصل میں ایمان کا ضعیف[4] ہونا پھر اس پر حُبِّ دُنیا[5] کا قلب پر غالب ہونا ہے اور جتنا ایمان ضعیف ہو گا اتنی اللہ کی محبّت ضعیف ہو گی اور دُنیا کی محبّت قوی ہو گی پس یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ قلب میں بجز ایک خیالی بات کے محبّتِ الٰہی کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ پس جب سکراتِ موت کا وقت آتا ہے وہ محبّت الٰہی اور زیادہ ضعیف ہو جاتی ہے چونکہ مفارقتِ دُنیا[6] کا حال اس کو ظاہر اور معلوم ہوتا ہے اور وہ اس کی محبُوب تھی اور قلب پر غالب تھی اس لیے مفارقت دنیا کی معلوم کرنے سے اس کا دل دُکھتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ یہ منجانبِ اللہ ہے پس اس کے لیے موت کے مقدّر ہونے کا

---

[1] اپنے جاہلانہ عقیدوں کا باطل ہونا اس پر واضح ہو جاتا ہے [2] اصل ایمان کا اعتقاد اور اس کو دل میں جمانے سے پہلے [3] نظر آتے ہیں [4] ایمان کا کمزور ہونا [5] دنیا کی محبت [6] دُنیا سے جُدائی

ناپسند ہونا اور اس کے منجانب اللہ ہونے کا ناگوار ہونا اس کے باطن میں کھٹکتا ہے، پس اس امر کا اندیشہ ہوتا ہے کہ اُس کے قلب میں بجائے محبت کے اللہ تعالیٰ کا بُغض جوشِ زن ہو پس جس لحظہ[1] میں کہ یہ خطرہ اس کو آیا ہے اگر اتفاق سے اس کی جان نکل گئی تو اس کا خاتمہ خراب ہوگیا اور ہمیشہ کے لیے برباد ہوا۔ اب رہ گیا دوسرا مرتبہ خاتمہ کا جو پہلے سے ادنیٰ[2] ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کو مقتضی نہیں، اس کے بھی دو سبب ہیں ایک سبب معاصی کی کثرت ہے اگرچہ ایمان قوی ہو، دوسرا سبب ایمان کا ضعف ہے اگرچہ معاصی قلیل ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ اِرتکابِ معاصی کا سبب شہوات کا غالب[3] ہونا اور بوجہ کثرتِ الفت اور عادت کے ان کا قلب میں راسخ ہوتا ہے اور انسان کو اپنی عمر بھر میں جس چیز سے الفت ہوجاتی ہے مرتے وقت اس کی یاد قلب کی طرف عود کرتی[4] ہے پس اگر اس کا میلان طاعات کی طرف زائد ہوا تو مرتے وقت اس کی یاد مستحضر[5] ہوگی اور اگر اس کا میلان معاصی کی طرف زیادہ ہوا تو مرتے وقت اس کی یاد قلب پر غالب ہوگی پس بعض اوقات کسی دنیوی خواہش اور کسی مصیبت کے غلبہ کے وقت اس کی روح قبض[6] ہوجاتی ہے۔ پس اس کا قلب اس میں مقیّد[7] رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محجوب[8] ہوجاتا ہے اور اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھ سکتے ہو وہ یہ کہ یہ بات تم سے مخفی[9] نہیں

---

[1] جس لمحہ میں [2] کم درجہ [3] شہوت کا غلبہ ہونے کی وجہ سے گناہ کر گذرتا ہے۔ [4] زندگی بھر جس چیز سے محبت ہوتی ہے مرتے وقت اس کی یاد دِل میں سماتی ہے [5] اگر یہ شخص زندگی میں نیکیوں کی طرف مائل تھا تو مرتے وقت نیکی کی یاد دل میں سمائے گی۔ [6] روح نکالی جاتی ہے [7] اس کا دل اس کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے [8] اللہ تعالیٰ سے پردہ میں ہوجاتا ہے [9] پوشیدہ

کہ اِنسان اَپنے خواب میں اُن اَحوال[1] کا زیادہ حصّہ دیکھتا ہے جِن کو عمر بھر دیکھتا رہا ہے اور موت بھی مشابہ خواب کے ہے اور یوں اُس سے بڑھ کر ہے لیکن پھر بھی سکراتِ موت[2] اور اس سے قبل جو غشی[3] ہوتی ہے خواب کے قریب قریب ہوتی ہے تو یہ بھی الوف چیزوں کی یاد آنے کی مقتضی[4] ہو گی پس غلبۂ الفت اس باب کا سبب بن جاتا ہے کہ کوئی بے ہودہ تصوّر اس کے قلب میں متشکل[5] ہو جاوے اور اس کا نفس اس کی طرف مائل[6] ہو اور کسی وقت اِس حالت میں اس کی جان قبض[7] ہو جاوے اور یہی خاتمہ کی خرابی ہو جاوے اگرچہ اصل ایمان باقی ہو جِس سے امید ہے کہ اس حالت سے اس کی خلاصی ہو جاوے گی اور جِس طرح بیداری میں جو خطرات آتے ہیں ان خطرات کا کوئی خاص سبب ہوتا ہے اسی طرح خواب میں خطرات کے منتقل ہونے کے لیے بہت سے اسباب ہیں اور اسی طرح سکراتِ موت کے وقت بھی جب سوءِ خاتمہ کا مرجع احوالِ قلب اور اختلاجِ خطرات ٹھہرا اور مقلبُ القلوب اللہ تعالےٰ ہیں اور بُرے خطرات کے اقتضاء کرنے والے جو اتفاقی اسباب ہیں وہ اختیار کے تحت میں پورے طور سے داخل نہیں[8] اگرچہ طولِ

---

[1] حالات [2] موت کی سختی [3] بے ہوشی [4] پسندیدہ چیزوں کے یاد آنے کا تقاضا کرتی ہے [5] ان بیہودہ چیزوں کی محبت کا غلبہ اس سے دِل میں ان کے تصور کا سبب بن جاتا ہے۔ [6] جُھک جاتا ہے [7] جان نکل جاتے [8] موت کی سختی کے وقت بُرے انجام کی وجہ اصل میں دِل کے حالات اور اس میں پیدا ہونے والے بُرے خیالات ہوتے ہیں اور دِل کو پھیرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور بُرے خیالات کو پیدا کرنے والے جو اختیاری اسباب ہیں وہ انسان کے اختیار میں نہیں اس لئے عارفین کو سوءِ خاتمہ کا خوف دامن گیر رہتا ہے ۔

اُلفت کو اس میں تاثیر ضرور ہے اسی وجہ سے عارفین کو سوءِ خاتمہ سے زیادہ
خوف ہوا ہے کیونکہ اگر انسان یوں چاہے کہ خواب میں صرف صلحاء کے حالات
نظر آیا کریں تو یہ امر اس پر دشوار ہوگا اگرچہ کثرتِ صلاح اور اس کی پابندی کچھ
مؤثر ہوگی لیکن خیالات کی حرکت پورے طور ضبط میں نہیں آسکتی[1]۔ اگرچہ اکثر
یہی ہے کہ خواب میں نظر آنے والی چیزیں اسی کے مناسب ہوتی ہیں جس کا
بیداری میں غلبہ[2] ہوتا ہے اور اس سے تم کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ دمِ اخیر جس میں جان
نکلتی ہے اگر اس میں سلامتی نہ رہی تو عمر بھر کے تمام اعمال ضائع و بیکار ہیں اور
یہ بھی معلوم ہے کہ خطرات کے تموّج میں سلامتی رہنا سخت مشکل[3] ہے کیونکہ مومن
کا قلب کشتی سے زیادہ ڈانواں ڈول ہونے والا ہے اور خطرات کی موجیں موجِ
دریا سے زیادہ طلاطم[4] کرنے والی ہیں اور بڑے اندیشہ کی چیز موت کے وقت
یہی ہے کہ کوئی بُرا خطرہ نہ آجائے۔ اور یہ وہی چیز ہے جس کے حق میں رسُولِ
مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ بعض آدمی پچاس سال تک جنتیوں کا
سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف اس قدر فصل[5]
رہ جاتا ہے جیسا اونٹنی کا ایک بار دُودھ نکال کر بقیہ دُودھ اترنے کے لیے
تھوڑی دیر چھوڑ کر دوبارہ پھر نکالنے لگتے ہیں یعنی جس قدر فصل دوبارہ دُودھ

---

[1] دِل میں آنے والے خیالات ہر انسان کے قابو نہیں [2] اکثر جاگنے میں جن چیزوں کا آدمی پر غلبہ ہوتا ہے۔ وہی خواب میں دکھائی دیتی ہیں۔ [3] جس وقت خیالات کی موجیں دل و دماغ میں اُٹھ رہی ہوں تو ایمان کا سلامت رہنا بہت مشکل ہے۔ [4] دل میں اٹھنے والے خیالات کی موجیں سمندر میں اٹھنے والی موجوں سے زیادہ طوفان برپا کرتی ہیں۔ [5] صرف اتنا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

نکل لینے کے درمیان میں ہوتا ہے اِتنا ہی اس شخص میں اور جنّت میں رہ جاتا ہے اور اس کا خاتمہ اس حالت پر ہوتا ہے جو پہلے سے نوِشتہ[1] ہو چکا ہے اور اتنی فصل میں ایسے اعمال کی گنجائش نہیں ہو سکتی جو موجبِ شقاوت ہوں بلکہ یہ امور جو اتنی دیر میں واقع ہو سکتے ہیں وہی خطرات ہیں جو قلب میں جنبش کرتے ہیں اور کوندنے والی بجلی کی طرح خطور کرتے ہیں[2] اور اسی خطرِ عظیم کی وجہ سے شہادت تمنّا کی چیز ٹھہری[3] اور موتِ ناگہانی ناپسند ہوئی کیونکہ ناگہانی موت بعض اوقات ایسے وقت اتفاقاً واقع ہوتی ہے کہ اس وقت کسی بُرے خطرے کا قلب پر غلبہ اور تسلّط تھا اور قلب اس قسم کے خیالات سے کم خالی رہتا ہے۔ ہاں اگر کراہت[4] یا نورِ معرفت سے ان خیالات کا دفعیہ ہوتا رہے تو اور بات ہے رہی شہادت تو اس کا حاصل یہ ہے کہ روح ایسی حالت میں قبض ہوتی ہے کہ اس وقت قلب میں بجز اللہ تعالےٰ کی محبّت کے کوئی چیز نہیں رہتی اور جب تم کو سوءِ خاتمہ کے معنی معلوم ہو گئے تو اس کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ اور یادِ الٰہی پر مواظبت[5] کرو اور اپنے قلب سے دُنیا کی محبّت

---

[1] جو پہلے سے اس کے حق میں لکھا ہُوا ہے [2] اتنے تھوڑے سے وقفہ میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ آدمی کوئی ایسا عمل کرے جو اس کی بدبختی کا باعث ہو بلکہ اتنے کم وقت میں اگر کوئی کام ہو سکتا ہے تو وہ صرف وہ خیالات فاسدہ ہیں جو انسان کے دِل میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ بجلی کی طرح دل میں کوندتے ہیں [3] اسی وجہ سے شہادت کا حصول قابلِ تمنّا ہوا کہ اس وقت انسان کے دِل میں اللہ کی محبّت، آخرت اور جنّت کا خیال ہوگا بخلاف اچانک موت کے کہ کبھی دل میں بُرے خیالات ہوں اور اچانک موت آجاتے۔ [4] ناپسندیدگی [5] اللہ کی یاد میں ہمیشہ مشغول رہو۔

نکال دو اور اپنے اعضاء کو معاصی[1] کرنے سے اور اپنے قلب کو معاصی کے تصوّر سے محفوظ رکھو[2] اور ایسا نہ کرنا کہ ٹالتے رہو اور یہی کہتے رہو کہ جب خاتمہ کا وقت آوے گا اس وقت تیاری کرلوں گا کیونکہ تمھارا ہر دم[3] خاتمہ ہی ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ اسی دم تمھاری جان نکل جاوے[4] پس اپنے قلب کی ہر لحظہ[5] نگرانی رکھو اور ایک لحظہ کے لیے اس کو مہمل[6] مت چھوڑو شاید یہی لحظہ تمھارا خاتمہ ہو۔ یہ حالت تو جاگنے تک رہنا چاہیئے اور جب سونے لگو تو بلا ظاہری و باطنی طہارت کے مت سوؤ[7] اور جب تک تمھارے قلب پر ذکر اللہ کا غلبہ نہ ہو تب تک مت سوؤ اور جاننا چاہیئے کہ یہ بات اس وقت میسر ہو سکتی ہے کہ دُنیا سے قدرِ ضرورت پر قناعت[8] کرو۔ جب اس پر بس کرو گے تو اللہ کے کام کے لیے فارغ ہو جاؤ گے اور خاتمے کی تیاری کرسکو گے اور اگر حدِ ضرورت سے تجاوز کر کے ہوسوں کے جنگل میں جا پڑو گے تو افکارِ مختلفہ[9] تم کو پریشان کریں گے اور خدائے تعالیٰ کو کچھ بھی تمھاری پروا نہ ہوگی کہ تم کس جنگل میں مر گئے اور کھپ گئے ختم ہوا کلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اختصار کے ساتھ۔

فصل دوم: تقریر اشکال میں جو امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ظاہر کلام پر وارد

---

[1] گناہ [2] گناہوں کے خیالات سے بچا کر رکھو۔ [3] ہر سانس [4] ممکن ہے کہ اسی سانس پر تمھاری روح نکل جائے۔ [5] ہر لمحہ [6] بیکار مت چھوڑو [7] وضوء کر کے گناہوں سے توبہ کر کے سو۔
[8] دنیا کی جتنی ضرورت ہو صرف اس پر اکتفا کرو۔ [9] مختلف فکریں

ہوتا ہے اِس تقریر میں ظاہراً یہ اشکال ہے کہ اِس[1] سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خطراتِ بد پر بھی جو کہ اختیار سے خارج ہیں مواخذہ ہوتا[2] ہے اور اس سے بھی کفر یا فسق لازم آتا ہے تو اس صورت میں کفر یا فسق اختیارِ عبد سے خارج ٹھہرا[3] حالانکہ کفر و فسق افعالِ اختیاری سے ہیں اور اگر اس کو غیر اختیاری کہا جاوے تو اولاً مذہبِ جبریہ کی صحت[4] لازم آتی ہے ثانیاً اس سے بہت مایوسی و دِل شکنی[5] ہوتی ہے کہ اگر آدمی خود بھی کفر و فسق سے بچنے کا اہتمام کرلے تب بھی اس میں کامیابی مشکوک ہے تو پھر تمام عمر طاعت میں مشغول رہنا بیکار ہے ممکن ہے کہ اس کی تمام عمر کی کوشش بلا اس کے قصد و اختیار کے ضائع ہوجاوے اور یہ امر عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے پس کلام امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بظاہر ان ادلۂ قطعیہ[6] کے خلاف ٹھہرتا ہے پس یا ان کے کلام کو نہ مانا جاوے یا ان ادلۂ صحیحہ[7] کا انکار کیا جاوے اور امرِ اوّل مستبعد[8] ہے اور دوسرا امر محال و باطل[9] ہے۔

فصل سوم : اس اشکال کے رفع اور اس کلام کی توجیہ کے بیان

---

[1] جن عبارتوں پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے۔ اس پر ہم نے سہولت ناظرین کے لیے خط کھینچ دیا ہے ۱۲

[2] برے خیالات پر بھی پکڑ ہوگی جو انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ [3] کفر اور فسق انسان کے اختیار سے باہر کی چیز ہوتی۔ [4] ایک باطل فرقے جبریہ کے مذہب کا صحیح ہونا لازم آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے۔ حالانکہ یہ بات اہل سنّت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ [5] اس کی وجہ سے انسان مایوسی کا شکار ہوتا ہے اور اس کا دل ٹوٹتا ہے۔ [6] ان قطعی دلائل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ [7] صحیح دلائل [8] یہ بات بعید از قیاس ہے کہ امام غزالی جیسا عظیم انسان غلط بات کرے [9] شرعی دلائل کا انکار باطل ہے۔

میں واقع میں یہ کلام ظاہراً مشکل ہے اور دوسرے قواعد صحیحہ سے متعارض[1] ہے مگر جب دو صحیح دلیلوں میں تعارض ہوتا ہے ایک میں تاویل ضرور ہے اور تاویل کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کلام کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرنا اور ادلۂ قطعیہ[2] کو ان کے ظاہر سے منصرف و منحرف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پس لابدّ[3] کلامِ امام میں تاویل کرنا چاہیئے سو میں کہتا ہوں کہ اس مقام پر گو بوجہ غلبہ حالِ خوف کے حضرت امام کا قلم ہیبت کے طاری ہونے سے تیز ہو گیا ہے[4] مگر جو ظاہری مطلب مفہوم ہوتا ہے وہ مقصود میں مخل نہیں[5] کیونکہ اولاً قرآن مجید میں خود منصوص ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[6]۔ جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کو ایسی کسی چیز کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے جو اس کے اختیار سے خارج[7] ہو ثانیاً احادیث صحیحہ میں وارد ہے اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَكَلَّمْ یعنی صرف وسوسہ اور خطرے پر مواخذہ نہیں ہے جب تک آدمی باختیارِ خود وہ کام نہ کرے یا کلام نہ کرے بلکہ اگر عمل یا کلام بھی کفر یا فسق کا ہو مگر اختیار صحیح سے نہ ہو یعنی یا تو سبقتِ لسانی[8] و خطا و نسیان[9] سے کوئی کلام یا عمل صادر ہو گیا یا کسی ظالم کے جبر و اکراہ[10] سے

---

[1] صحیح قواعد سے ٹکراتا ہے [2] قطعی اور پختہ دلائل میں ان کے ظاہری معنی کے خلاف تاویل کرنے کی ضرورت نہیں [3] پس لازماً [4] امام غزالی پر حالت خوف کے غالب ہونے کی وجہ سے قلم میں ذرا تیزی آ گئی ہے۔

[5] امام کی عبارت سے جو ظاہری مطلب سمجھ میں آتا ہے وہ مقصود میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ [6] اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کے اختیار سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتے [7] اختیار میں نہ ہو۔ [8] یعنی زبان پھسل گئی کہ کہنا کچھ چاہتا تھا نکل کچھ اور گیا۔ [9] غلطی یا بھول کر کوئی بات کرلی۔ [10] کسی ظالم کے ظلم اور زبردستی کی وجہ سے

جس میں اتلافِ جان وغیرہ کا خوف قوی[1] ہو ایسا فعل ہوا اس میں باوجود عمر تکلم کے بھی مواخذہ نہیں[2]۔ قرآن مجید میں آیاتِ آخرِ سورۂ بقر میں خطا و نسیان پر مواخذہ نہ ہونا اور سورہ نحل میں اکراہ پر مواخذہ نہ ہونا صاف صاف مذکور[3] ہے حدیث میں رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِہُوْا عَلَیْہِ مختلف الفاظ میں مصرح[4] ہے۔ حدیثِ توبہ میں ایک شخص کے منہ سے جناب باری تعالیٰ کی شان میں یہ نکل جانا میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے اور اس پر شارع علیہ السلام[5] کا انکار نہ فرمانا سبقِ لسانی کے معافی کی صریح دلیل[6] ہے۔ ثالثاً فقہائے مقبولین نے بالاجماع خطا و نسیان و سبقِ لسان و اکراہ کو بہت مسائل میں اعذار سے شمار کیا ہے بالخصوص کفر و ایمان کے قصہ[7] میں۔ چنانچہ کتبِ فقہ میں مذکور و مشہور ہے۔ رابعاً خود حضرت امام غزالی نے کتاب احوال القلب میں اس مسئلہ کی تنصیص و تصریح فرما دی ہے کہ خطرے پر بوجہ غیر اختیاری ہونے کے مواخذہ نہیں[8] چنانچہ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ اول جو قلب پر وارد ہوتا ہے وہ خاطر[9]

---

[1] ایسی زبردستی جس میں جان سے مارنے کا ڈر ہو۔ [2] مذکورہ تمام صورتوں میں غلط بات مُنہ سے نکالنے اور عمل کرنے پر بھی پکڑ نہیں ہے۔ [3] قرآن پاک میں سُورۃ بقرہ کی آخری آیات غلطی اور بھول پر اور سُورۂ نحل میں کسی کے ظلم اور زبردستی پر کوئی بُرا فعل کرنے پر پکڑ نہ ہونے کا صاف ذکر ہے۔ [4] حدیث میں واضح طور پر ذکر ہے کہ میری اُمت سے بھول چوک اور جبر اً کیے گئے کام پر پکڑ نہیں ہوگی۔ [5] حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[6] زبان پھسل کر غلط لفظ نکل جانے پر معافی کی واضح دلیل ہے۔ [7] فقہاء نے اجماعی اور متفقہ طور پر بھول چوک اور غیر اختیار طور پر زبان سے غلط کلمات نکل جانے یا جبر و کراہ سے عمل کرنے کو عذر میں شمار کیا ہے، خاص طور پر ایمان اور کُفر کے مسئلہ میں۔ [8] چوتھی بات یہ ہے کہ امام غزالی نے خود کتاب احوال القلب میں اس مسئلہ کی وضاحت کر دی کہ خطرات وساوس پر پکڑ نہیں [9] وسوسہ ہے

ہے مثلاً کسی عورت کی صورت کا خیال آیا اور وہ راہ میں اس کی پُشت[1] کی طرف ہے اگر یہ شخص پیٹھ پھیر کے دیکھے تو اسے دیکھ لے دوسرا درجہ رغبتِ نظر کا ہیجان ہے[2] اور وہ شہوتِ طبعیہ کی حرکت ہے اور یہ خاطر اوّل سے پیدا ہوتی ہے[3] اور ہم اس کو میلِ طبع کہتے ہیں[4] اور پہلے درجہ کا نام حدیثُ النفس رکھتے ہیں۔ تیسرا مرتبہ قلب کا حکم کرنا کہ اس کام کو کرنا چاہیئے اس کو اعتقاد[5] کہا جاتا ہے اور یہ خاطر اور میل کے جن کا اوپر ذکر ہوا تابع ہے۔ چوتھا مرتبہ عزم بالجزم کر لینا اس طرف دیکھنے[6] پر اور ہم اس کا نام ہَمّ اور قصد رکھتے ہیں پس متقام پر عمل کرنے کے قبل قلب کے چار احوال[7] ہوتے۔ حدیث[1] النفس پھر میل[2]۔ پھر اعتقاد[3] پھر ہَم[4] اب ہم کہتے ہیں کہ خاطر[8] پر مواخذہ نہیں کیونکہ وہ اختیار کے تحت میں داخل نہیں اسی طرح میل اور ہیجانِ شہوۃ[9] کیونکہ وہ دونوں بھی اختیار کے تحت میں داخل نہیں رہ گیا تیسرا درجہ اور وہ اعتقاد ہے اور قلب کا حکم کرنا کہ اس کام کو کرنا چاہیئے سو یہ یہ درجہ بین بین ہے یعنی کبھی اضطراری[10] ہوتا ہے کبھی اختیاری سو اختیاری پر تو مواخذہ[11] ہوتا ہے اور اضطراری پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ رہ گیا چوتھا درجہ اور وہ اس فعل کا ہَمّ[12] ہے اس پر بیشک مواخذہ ہے اور وہ خطرات اور حدیثُ النفس

---

[1] پیٹھ پیچھے [2] شوق سے دیکھنے کا شدید تقاضا [3] انسان کے اندر جو قوت شہویہ ہے یہ اس کی حرکت ہے جو وسوسہ سے پیدا ہوتی ہے۔ [4] اس کو طبعی میلان کہتے ہیں۔ [5] یہ اعتقاد کی دوسری اصطلاحی تفسیر ہے معنی مشہور مراد نہیں کیونکہ وہ عمل اختیاری ہے اور اس پر مطلقاً مواخذہ ہے۔ [6] اس کی طرف دیکھنے کا پختہ ارادہ کر لینا۔ [7] عمل کرنے سے پہلے دل کی چار حالتیں ہیں۔ [8] وسوسہ [9] طبعی میلان اور قوتِ شہویہ کا جوش۔ [10] غیر اختیاری [11] پکڑ ہوتی ہے [12] اس بُرے فعل کے کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

اور ہیجانِ رغبت یہ سب اختیار سے خارج ہے اس پر مواخذہ ہونا تکلیفِ مالا یُطاق[1] ہے پس اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ اعمالِ قلب میں سے جو امر وسعت میں[2] داخل نہ ہو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا تمام ہوا کلام امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بطور خلاصہ کے۔ پس ہر گاہ قرآن اور حدیث و اجماع فقہاء اور خود امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے متحقق ہو گیا کہ خطرات اور حدیثُ النفس اور میلان و ہیجان پر مطلقاً اور حکمِ قلب پر دواماً مواخذہ نہیں، صرف گاہ گاہ قلب پر اور مطلقاً عزم بالجزم پر مواخذہ[3] ہے اس لیے یہ کلام اپنی ظاہری متبادر معنی پر محمول نہیں ہو سکتا[4] بلکہ واجب ہو گا کہ اس کلام میں تاویل کی جاوے تاکہ ان دلائلِ صحیحہ اور خود اپنے ایک صحیح مدلّل کلام سے تعارض[5] نہ لازم آوے پس بتوفیقِ الٰہی کہتا ہوں کہ تاویل کلام کی یہ ہے کہ مراد[6] خطرہ[7] و خلجان و جوش و غلبہ و میلان وغیرہا سے وہ مرتبہ غیر اختیاری نہیں جس پر مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ کبھی خطرہ وغیرہ کے بعد انسان بوجہ غلبہ جہل یا انہماک ہوائے نفسانی اپنے اختیار اور قصد سے حالتِ بقاء عقل میں اس خطرہ وغیرہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہے اور اس پر جزم و عزم کر لیتا ہے چونکہ سبب اور منشاء اس عزم و جزم کا وہی خطرہ تھا اس لیے مجازاً اس مرتبہ اختیاری کو بھی خطرہ سے تعبیر کر دیا جیسا سبب پر اسمِ سبب کا اطلاق علاقاتِ مجاز

---

[1] ایسے کام کا حکم کرنا ہے جس کی انسان طاقت نہیں رکھتا۔ [2] جو کام انسان کی قدرت میں نہ ہو۔ [3] تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ دل سے صادر ہونے والے پانچ قسم کے افعال میں سے پہلی تین پر بالکل پکڑ نہیں۔ چوتھے پر کبھی کبھی ہے اور پانچویں صورت میں مواخذہ ہے۔ [4] امام غزالی کے کلام کے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ [5] ٹکراؤ نہ ہو۔ [6] یہ الفاظ ان عبارات خطبہ میں مذکور ہیں ۱۲ [7] یعنی ان کے کفر ہونے کی اطلاع نہ تھی۔ منہ

سے مستعمل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ جزم وعزم کا اختیاری ہے اس پر مواخذہ ہونا نہ عقلاً تکلیفِ مالایطاق ہے نہ شرعاً کسی دلیل صحیح کے خلاف ہے اور چونکہ سبب اس کا وہی خطرہ غیر اختیاری ہے اس لیے جن عبارات میں اس کو غیر اختیاری کہا ہے مراد اس سے اسی سبب کا مرتبہ[1] ہے یہ گفتگو تو اس کیفیت میں ہے جو مرتے وقت حالتِ ہوش میں پیدا ہوجاتی[2] ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کفر یا فسق وغیرہ پہلے سے اس کے قلب میں پیدا ہوچکا تھا مگر بوجہ جہلِ علومِ شرعیہ اور انہماکِ شہواتِ مذمومہ کے اس کی اطلاع اور اس کی جانب التفات نہ تھا مرتے وقت چونکہ حجاباتِ مذکورہ مرتفع ہوگئے اس وقت سمجھ میں آیا کہ میں مسلوب[3] الایمان اور مبتلائے طغیان تھا لیکن اگر احوالِ

---

[1] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی کے کلام کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے کلام میں جس خطرہ (یعنی وسوسہ) وغیرہ پر مواخذہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے وہ غیر اختیاری خطرہ مراد نہیں بلکہ کبھی اس وسوسہ فاسد کے بعد انسان اپنی جہالت یا نفسانی خواہشات میں مشغولی کی وجہ سے اس باطل وسوسہ کو حق سمجھتا ہے اور اس پر ایسا پختہ عزم وقصد کرلیتا ہے۔ جس پر شرعاً مواخذہ ہے۔ کیونکہ یہ قصد فعلِ اختیاری ہے اور سبب اس فعل اختیاری کا اصل میں وہ وسوسہ تھا اس لئے اس فعل کو بھی خطرہ سے تعبیر کردیا اور سبب پر مسبب کا اطلاق اہلِ لغت کے یہاں ہوتا رہتا ہے اور چونکہ یہ قصد وفعل اختیاری تھا اس لیئے اس پر مواخذہ عقل ونقل کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا جو اعتراض امام کے کلام پر ہوتا تھا۔ اب نہیں رہا۔

[2] مذکورہ گفتگو اور تشریح کلام امام غزالی تو اس وقت ہے جب کہ حالت ہوش میں مرتے وقت ایسا ہو۔

[3] چنانچہ خود حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ اربعین بحث اتباع سنۃ میں فرماتے ہیں وبالکفر فہو ان یخطر بباله ان ہذا لیس کذالک وانما ذکر للترغیب فی الجماعۃ والافلتے مناسبۃ بین الجماعۃ وبین ہذا العدد المخصوص من بین سائر الاعداد وہذا الکفر خفی قد ینطوی علیہ الصدور وصاحبہ لایشعر بہ ۱۲

آخرت اس کو نظر آنے لگے ہیں اس وقت اس کا ایمان مقبول نہیں ہوتا۔ سو سلبِ ایمان مرتے وقت نہیں ہوا بلکہ اس کا ظہور اس وقت ہوا[1] پس امام صاحب کی تقریر کے بعض مضامین تاویلِ اوّل پر محمول ہیں[2] اور بعض مضامین توجیہِ ثانی پر منطبق ہیں۔ چنانچہ علامہ زبیدی شارح احیاء العلوم نے قوت القلوب ابوطالب مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس باب میں جو نقل کیا ہے اس سے ان تاویلوں کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں اور اتنے تھوڑے وقت میں یعنی جس میں ایک بار اونٹنی کا دودھ نکال کر دوسری بار نکالنے تک چھوڑ دیا جاوے۔ کوئی عملِ جسمانی جوارح[3] کے متعلق صادر نہیں ہوسکتا البتہ وہ اعمالِ قلوب[4] سے ہے جو مشاہدۂ عقل کے ذریعہ سے واقع ہوتا ہے[5] اور یہ وہ شرک ہے جو توحید کی صورت میں ہوتا ہے جس کا حیاتِ دُنیا میں مشاہدہ نہ ہوا تھا پردہ کھلنے کے وقت اس کا ظہور ہوا بس اس کی کیفیت اس شخص پر غالب ہوگئی اور اس کا حال اس میں کھل گیا جبکہ اعمال سیئہ کا بھی

---

[1] امام غزالی کے کلام کی دوسری تشریح کرتے ہوئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا ایمان تو اس کے بُرے عقائد کی وجہ سے پہلے ہی سلب ہوچکا ہوتا ہے لیکن علوم شرعیہ سے ناواقفیت اور بری شہوات میں مُبتلا ہونے کی وجہ سے اس کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن موت کے وقت چونکہ تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ اور عالمِ غیب منکشف ہوجاتا ہے تو اب اس کو علم ہوتا ہے کہ میرا ایمان تو جاتا رہا تھا لیکن اب چونکہ عالمِ غیب منکشف ہوگیا اس وجہ سے اپنی غلطی معلوم ہونے پر توبہ بھی کرے تو قبول نہیں کہ یہ ایمان بالمشاہدہ ہے اور معتبر ایمان بالغیب ہے۔ پس اس وقت ایمان رخصت نہیں ہوا بلکہ اس کی رخصتی کا علم ہوا ہے۔

[2] امام صاحب کی تقریر کے بعض مضامین کی پہلی تشریح ہے اور بعض کی دوسری۔ [3] اتنے کم وقت میں انسانی اعضاء سے کوئی عمل نہیں ہوسکتا۔ [4] دل کے اعمال میں سے ہے۔ [5] جس کا ظہور بذریعہ عقل ہوتا ہے۔

ظہور ہو جاتا[1] ہے پس اس کا قلب اس کو باحلاوت سمجھتا ہے یا اس کو زبان سے بولنے لگتا ہے یا اس کے حواسِ باطنی میں وہ رَچ جاتا ہے پس وہی اس کا خاتمہ ہوتا[2] ہے جس پر اس کی جان نکل جاتی ہے آہ ۔ اور علامہ امام ناصر الدین الاسکندری المالکی انتصاف حاشیہ کشاف میں حدیث فواق ناقہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فواق ناقہ کے ساتھ تشبیہ دی ۔ کیونکہ وہ انتہا درجہ کا چھوٹا ہوتا ہے اور اتنے زمانہ میں صرف قصد صحیح متصوّر ہو سکتا ہے آہ اس سے صاف و اضح ہوا کہ کُفر و معصیّت کے واسطے قصدِ صحیح کی حاجت ہے اور کلامِ امام کا یہی محمل[3] ہے اور اگر قصد صحیح نہیں صرف خطرہ خلجان طبعی غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہیں[4] بلکہ اگر قصداً بوجہ زوالِ عقل کے کچھ منہ سے بھی نکل جاوے تب بھی مُعاف[5] ہے ۔ بحر الرائق میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر قریب الموت شخص سے ایسے کلمات ظاہر ہوں کہ موجبِ کُفر ہیں تب بھی اس کے کفر کا حکم نہ کیا جاوے گا اور اس کے ساتھ مُسلمانوں کا سا مُعاملہ کریں گے کہ یہ حالت زوال عقل میں ہوا[6] ہے۔ آہ۔ اس سے صاف معلوم ہوا

---

[1] اس کے عقائد کا حال اس وقت معلوم ہوگیا اور بُرا عمل بھی ظاہر ہوگیا۔ [2] پس اس وقت اس کا دل اس کو پسند کرتا ہے اور زبان پر وہ کلام جاری ہوتا ہے اور یہی اس کا خاتمہ ہے۔ جس کو سوء خاتمہ سے تعبیر کیا ہے۔ افسوس کہ اس حالت پر جان نکل جاتی ہے ۔ [3] کُفر اور گُناہ ہونے کے لیے جان بُوجھ کر اپنے اختیار سے ارادہ فعل کی ضرورت ہے ۔

[4] اگر ارادۃً نہیں ہے بلکہ غیر اختیاری ہے تو اس پر مواخذہ نہیں [5] بلکہ اگر جان بوجھ کر بھی زبان سے کوئی حکم کُفر نکال دے بوجہ عقل زائل ہونے کے تب بھی اس پر مواخذہ نہیں وہ مُعاف ہے ۔ [6] کہ یہ بات عقل زائل ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے اور وہ قابلِ گرفت نہیں ۔

کہ حالتِ زوالِ عقل میں تکلّم بالکفر[1] بھی مُعاف ہے اور خیالِ کفر تو تکلّم سے ادنیٰ[2] ہے وہ بدرجۂ اولیٰ مُعاف ہوگا خلاصہ مقام اور حاصلِ کلام یہ ٹھہرا کہ بدون ارادہ واختیار کے کسی شخص کا کافر وعاصی نہ ہونا دلائلِ یقینیہ سے ثابت ہے اگر کسی بزرگ کا کلام اس کے خلاف معلوم ہو تو اس کو غلبۂ حال پر محمول کیا جاوے یا اس میں تاویل مناسب کی جاوے۔

تتمیم:۔ جس طرح امام صاحب نے سوءِ خاتمہ[3] کے اسباب بیان فرماتے ہیں بعضے اسباب اور بزرگوں نے بھی بتلائے ہیں منجملہ[4] ان کے اہل اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی کرنا اور دعویٰ ولایت وبزرگی کا کرنا اور اہلِ کفر کی رسوم یا وضع کو پسند کرنا اور ان کی تعریف وتائید کرنا اور بعض اسباب حسنِ خاتمہ[5] کے ارشاد کیے ہیں منجملہ ان کے ہمیشہ اپنے ایمان پر شکر ادا کرنا اور اچھے لوگوں سے محبّت رکھنا اور کثرتِ تہلیل[6] واستغفار اور قبل عصر چار نفل پڑھنا مُسلمانوں کو چاہیئے کہ اسبابِ سوءِ خاتمہ سے بچنے میں اور اسبابِ حُسنِ خاتمہ کی تحصیل میں خوب کوشش کریں خاصیت اس تحریر سے یہ مقصود نہیں کہ لوگ خوب بیباک[7] ہو جاویں بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ مایوس نہ ہوں کیونکہ ایمان کے لیے خوف ورجا[8] دونوں لازم ہیں باقی اپنے اور اپنے

---

[1] عقل زائل ہو جانے کی وجہ سے اگر کُفریہ کلمہ بھی زبان سے نکل جاتے تو مُعاف ہے۔ [2] اور کُفر کا خیال تو اس سے کم درجہ کی چیز ہے وہ یقیناً مُعاف ہوگا۔ [3] بُرے انجام [4] ان میں سے چند یہ ہیں۔ [5] اچھے انجام کے اسباب، [6] کثرت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنا [7] لوگ آزاد اور بے فکر ہو جائیں۔ [8] خوف اور امید کی حالت دونوں ضروری ہیں۔

مسلمان بھائیوں کے لیے ضرور دعا کرتے رہیں اور تصحیح عقائد و اصلاح اعمال میں خوب اہتمام کریں کہ یہ حُسنِ خاتمہ میں معین ہے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَهُوَ خَيْرُ رَفِيْقٍ فِيْ كُلِّ مَقْصُوْدٍ وَّطَرِيْقٍ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ[1]

ضمیمہ[2] ایک موذی[3] مرض کے علاج میں[4]۔ خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہیں جیسا اوپر تحقیق ہوا مگر اس کا غلبہ و ہجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے اور انتہا درجہ کا حزن و الم قلب پر طاری ہو جاتا[5] ہے سو امراضِ شرعیہ میں سے تو نہیں ہے اس حیثیت سے اس کا علاج ضروری نہیں مگر امراض طبیعہ میں سے سخت درجہ کا مرض ہے اس لیے اس کا علاج سہل و مجرب[6] مختصر بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیارِ نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا[7] چونکہ یہ مسئلہ بداہت عقل و بہ تسلیم حکماء ثابت[8] ہے کہ

---

[1] اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں اور ہر راستہ اور مقصد کے حصول میں وہ بہترین ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتے مخلوقات میں سب سے افضل ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور آپ کے سب صحابہ پر [2] ہر چند کہ اس مضمون کو اصل مقصود رسالہ میں کوئی دخل نہیں مگر چونکہ ضرورت اور کام کی بات تھی اس لیے تھوڑے تناسب سے یہاں الحاق کر دیا گیا ۱۲ [3] خطرناک بیماری کے علاج میں [4] وساوس و خطرات جس کا تذکرہ ابھی ہوا ان پر اگرچہ مواخذہ نہیں ہے لیکن اس کے غلبہ سے طبیعت پریشان ہوتی ہے اور دل پر غم و پریشانی طاری ہوتی ہے۔ [5] آسان اور تجربہ کیا ہوا علاج [6] خطرہ کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اپنے اختیار کے کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا۔ [7] عقلی طور پر بالکلیہ حکماء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لیے جب کسی بُری چیز کا خیال دِل میں آوے تو اس کے دفعیہ کا قصد نہ کرے[1] اس میں نہ اُس کے اسباب میں خوض کرے[2] کہ اس سے زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کردے۔ اس سے وہ بُرا خیال خود بخود دفع ہو جاوے گا اور اگر وہ پھر خیال میں آوے پھر ایسا ہی کرے۔ انشاء اللہ اس تدبیر سے اس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے نِکل جاوے گا[3]۔ علاج کُلّی[4] اس کا یہی ہے حدیث میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی اس سے یہ عِلاج مستنبط[5] ہے باقی مُعالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول[6] ہیں جیسے تصورِ شیخ یا پاسِ انفاس یا تخیّل نقش اسم ذات وہ سب اسی کُلّی کے جزئیات ہیں اور اگر خطرات سے پریشان ہو کر ضعفِ قلب یا خفقان یا نجافتِ جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آ گئی ہو تو عِلاج مذکور کے ساتھ مقوّیات و مفرحاتِ قلب و غذاتے نفیس اور ادویہ

---

[1] دور کرنے کا ارادہ نہ کرے [2] نہ اس وسوسہ کے بارے میں سوچے نہ اس کے اسباب کے بارے میں کہ اس عمل سے یہ وسوسہ دِل میں اور جم جاتا ہے۔ [3] اس طریقہ پر عمل کرنے سے وہ بُرا خیال اور اس کا اثر انسان کی قوت متخیلہ سے نکل جائے گا۔ [4] مُکمل عِلاج [5] اسی سے یہ علاج نکالا گیا۔ [6] مشائخ تصوّف نے جو ان وساوس سے چھٹکارا پانے کے یہ علاجات ذکر کیتے کہ تصورِ شیخ کرے یا پاس انفاس یا نقشِ اسم ذات کا تصوّر کرے وہ بھی اسی کلیہ سے استخراج کیے گئے ہیں کہ نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ جب اس کو دوسری طرف متوجہ کر دیں گے یہ وسوسہ چلا جائے گا۔

مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضروری[1] ہے چونکہ بعض سالکوں کو یہ عقدہ[2] پیش آتا ہے جس سے ان کے ظاہری و باطنی انتظام میں خلل پڑ جاتا[3] ہے اس لیے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی[4]۔ اس علاج کو سہولت و اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ فرماویں۔

۱۱ر جمادی الاولی ۱۳۱۹ھ ہجری، کانپور

تمت بالخیر

---

[1] اگر ان خطرات میں گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے فکر غالب آگئی جس کی وجہ سے دل، دماغ یا جسم میں کمزوری ہو کر کسی مرض میں مبتلاء ہو گیا ہو تو مذکورہ علاج کے ساتھ مفرح و مقوی قلب غذاؤں کے ساتھ دوا اور پرہیز بھی کرے

[2] بعض صوفیاء کو یہ مشکل پیش آجاتی ہے۔ [3] جس کی وجہ سے ان کے معمولات میں خلل واقع ہوتا ہے۔

[4] اس لئے اس کا علاج بتا دیا گیا۔

فقط: خلیل احمد تھانوی نبیرہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

۲۳ر ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ بروز جمعرات۔ بمقام ۸۰/ڈی، ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے کتاب "شوق وطن" میں موجود تمام آیات قرآنیہ کو بغور حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہے اور اغلاط کی تصحیح کر دی ہے۔ اب اس کے متن عربی میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ رشید احمد تھانوی
مدرس جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب مُلکِ رُوس ہے اور کیا زمینِ طوس ہے

گر میسّر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی
اس طرف آوازِ طبل، اُودھر صدائے کوس ہے

سُنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تُو تو قیدِ آز کا محبُوس ہے

لے گئی یک بارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنّا سو طرح مایُوس ہے

مرقدیں دو تین دِکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مواعظ سے چند تراشے

ارشادات حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

۱۔ گناہوں کو اتنا بڑا سمجھنا کہ توبہ کافی نہ ہو یہ درحقیقت تکبر ہے گو صورتاً شرمندگی ہے (آثار الحوبہ)

۲۔ دل سے توبہ نہیں نکلتی تو زبان ہی چلاؤ۔ مگر تم نے تو ہمت ہی ہار دی اور خواہ مخواہ اپنے کو مجبور اور توبہ کو دشوار سمجھ لیا۔ (آثار الحوبہ)

۳۔ اگر پھر گناہ ہو جائے پھر توبہ کر لیجئے توبہ کرنے میں کوئی پھاوڑے تو چلانے نہیں پڑتے اگر کہو صاحب یہ توبہ کیا ہوتی ایک کھیل ہو گیا تو صاحب کھیل ہی سہی مگر یہ کھیل ہے جسے کہا کرتے ہیں کھیلتے ہی کھیلتے گھر بس جائے گا توبہ حقیقی نہ سہی تشبہ تو ہے تائبین کے ساتھ۔ (آثار الحوبہ)

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ اہل حق کے لئے بھی عام ہے صوفیوں کی شکل بنانا فی نفسہ محمود نہیں مگر اس تشبہ سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس کے دل میں عظمت ہے اہل اللہ کی ورنہ کوئی شخص بھنگی کی شکل نہ بنا لے تو حضرت اس عظمت پر بھی فضل ہو جاتا ہے وہاں تو فضل و کرم کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ بقول مولانا رومی "آواز آئی کہ اے طالب آؤ، سخاوت بھی فقیر کی مانند فقیروں کی محتاج ہے۔" (آثار الحوبہ)

۴۔ تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ توبہ کو قبول نہ کریں گے بھلا ان کے متعلق یہ گمان کیسے ہو سکتا ہے اس جہل کو نکالو اور توبہ سے مت رکو کہ صاحب! ہمارے گناہ بہت بڑے ہیں ارے صاحب تمہارے گناہ تو کیا بڑے ہوتے تم ہی کہاں کے بڑے ہو وہ گناہ تو تمہاری صفت ہے جو موصوف ہی بڑا نہیں تو صفت کیسے بڑی ہو گی (آثار الحوبہ)

۵۔ گناہ سے بچنے کا سب سے عمدہ اور آسان طریقہ یہ ہے کہ توبہ کرتے رہو اس سے دوری گھٹے گی، اس سے محبت بڑھے گی پھر اس محبت کا اثر یہ ہو گا گناہ نہ ہوں گے۔ (آثار الحوبہ)

ایک اللہ والے کی عجیب و غریب

نصیحت

حضرت اقدس حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ مجاز حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زندگی گزارنے کا طریقہ کتاب (قرآن) اور سُنّت کا اِتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا چاہیئے۔ اُن ہی کی دُھن اُن ہی کا دھیان۔ بس یہی دین ہے۔ کسبِ دُنیا ناجائز نہیں مگر دِل اُدھر ہی لگا رہنا چاہیئے۔ ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جِس سے اَبدی سعادت حاصل ہو سکتی ہے اور جب عمر پوری ہو گی تو آخرت کی تجارت ختم ہو گی۔ وقت کو خُدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیئے۔ آنکھ بند ہوتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتہ چل جائے گا۔ پھر حسرت ہو گی مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی۔ پھر دار الحساب ہو گا وہاں عمل نہیں۔ اب ہم دار العمل میں ہیں اُس حساب کی تیاری کر لینا چاہیئے۔ تمام تحقیقات تدقیقات دھری رہ جائیں گی۔ جس نے سب غموں کو ایک غم بنا لیا اور وہ ہے غمِ آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دُنیاوی غموں کے لیے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جِس نے سب غموں کو اَپنے اوپر سوار کر لیا۔ حق تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کِس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔